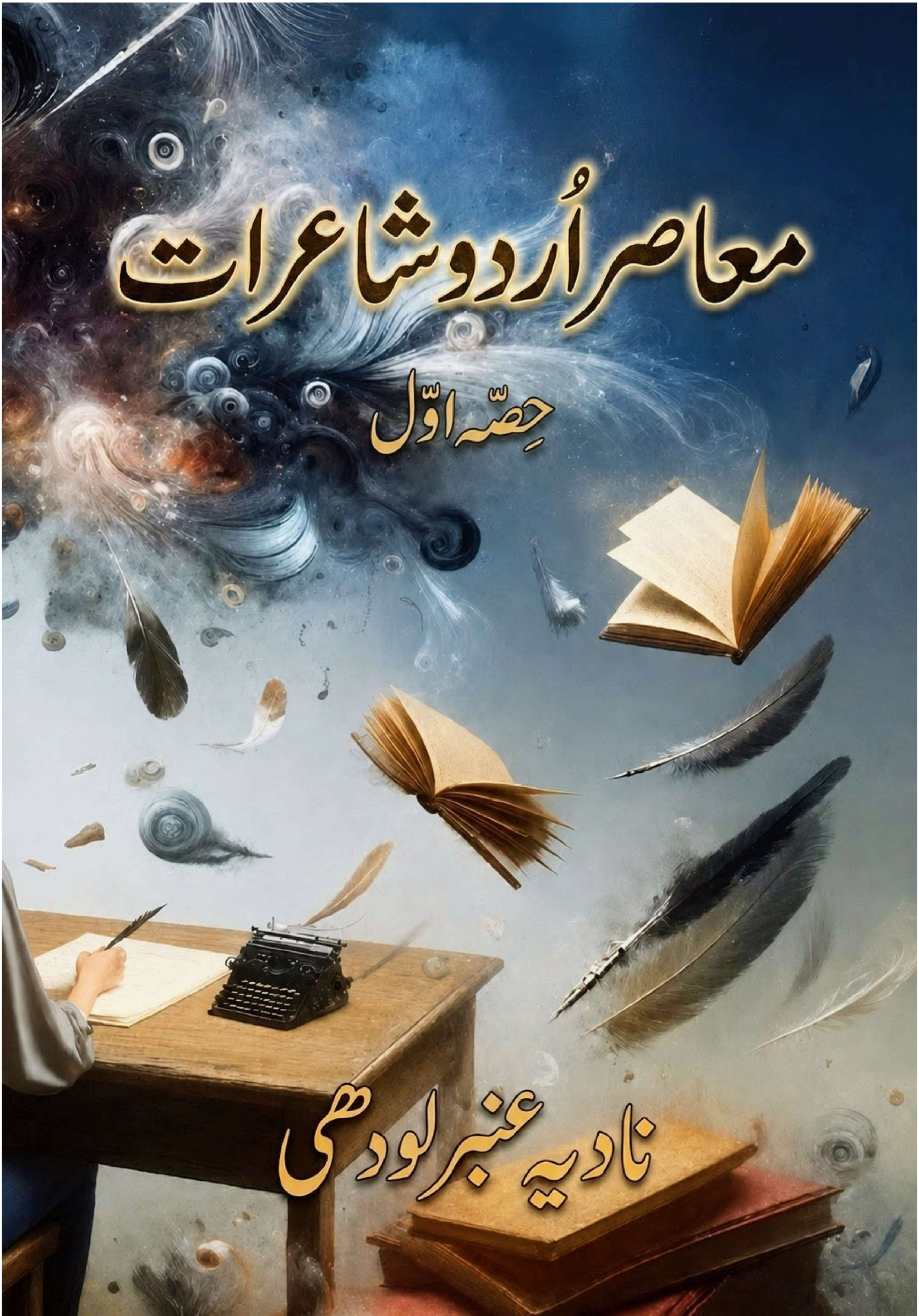
معاصر اُردو شاعرات

حِصّہ اوّل

نادیہ عنبر لودھی



معاصر اردو شاعرات

مولفہ

نادیہ عنبر لودھی

قلم کتاب ای پبلشرز

واٹس ایپ نمبر 03010487501

نام کتاب: معاصر اردو شاعرات حصہ اول

مولفہ: نادیہ عنبر لودھی

موضوع: انتخاب

تزئین و آرائش: محمد عثمان ذوالفقار

کتابت: ابنِ قلم

برقی اشاعت: مئی 2026ء

سوشل میڈیا انچارج: ماہ رخ شہریار

ناشر: قلم کتاب پبلشرز

قلم کتاب ای پبلشرز

واٹس ایپ نمبر 03010487501

شاعری جھوٹ سہی عشق فسانہ ہی سہی
زندہ رہنے کے لیے کوئی بہانہ ہی سہی
خاک کی لوح پہ لکھا تو گیا نام مرا
اصل مقصود تیرا مجھ کو مٹانا ہی سہی

(ثمینہ راجا)

انتساب

پیاری بیٹی ڈاکٹر الوینہ خان لودھی کے نام

فہرست

نادیہ عنبر لودھی کی ادبی خدمات

نادیہ عنبر لودھی کی تین کتابیں حال میں منظر عام پر آئی ہیں ۔آپ کی علمی اور ادبی کام آپ کی ان تھک محنت کا شاہد ہے ۔مجموعہ " کلام تعاقب میں خواب " مزاحمتی اور تانیثی افکار سے پر ہے ۔انکی نظمیں ،غزلیں ،انکے اشعار میں صنفی عدم مساوات اور سماجی ناہمواری پر گہرا احتجاج ہے ۔

تعاقب میں خواب کے دیباچے میں نادیہ عنبر لودھی لکھتی ہیں :

" لکھنے کا گہرا تعلق پڑھنے سے ہے ۔بچپن سے کتب بینی کا شوق تھا ۔ساتویں جماعت میں لکھنے کی طرف طبعیت مائل ہوئی تو پہلی محبت شاعری سے استوار ہوئی ۔میرے نزدیک شاعری صرف جذبات کا اظہار نہیں ہے میں لکھتی ہوں کیونکہ لکھنا میرے لیے آکسیجن ہے یہ ہی وجہ ہے کہ میری شاعری میں کتھارسس کا رنگ نمایاں ہے ۔آج کئی شاعروں کی شاعری کا مقصد صرف مشاعرے پڑھنا رہ گیا ہے ۔میرے نزدیک واہ واہ کے لیے شاعری کرنا اور شہرت کے حصول کے لیے کوشش کرنا اور مشاعروں کے پیچھے بھاگنا شاعری کا اصل مقصد نہیں ہے ۔میں لکھتی ہوں کیونکہ لکھنا نہ لکھنے سے بہتر ہے ۔

یہ داستاں ہے کچھ خوابوں کی ، کچھ حیرتوں کی ، کچھ جستجوں کی ، کچھ حسرتوں کی ۔

سیکریٹری حلقہ ارباب ذوق راولپنڈی احمد رضا راجہ) حرف کدہ (،مظہر شہزاد خاں کی ادبی تنظیم کسب کمال ، ڈاکٹر جنید آزر کی ادبی تنظیم اشارہ انٹرنیشنل ، اطہر ضیا کی ادبی تنظیم شعر و ادب پاکستان کے تحت ہونے والے مشاعروں میں حصہ لیا_ اشارہ ادبی انٹرنیشل ایوارڈ میں ملا ۔راولپنڈی آرٹس کونسل

،اکادمی ادبیات پاکستان اور اسلام آباد پریس کلب میں منعقدہ ادبی تقریبات میں حصہ لیا۔جس سے میری تربیت ہوئی۔ بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔اس کے علاوہ اس کتاب میں شامل کئی غزلیں اور نظمیں اخباروں کے علاوہ موقر ادبی جریدوں ادب لطیف ،تسطیر ، بیاض ،انشااور سائبان ، نیرنگ خیال ، چہارسو میں چھپ چکی ہیں۔ان ادبی جریدوں میں تواتر سے میری لکھی ہوئی کہانیاں افسانے اور تنقیدی مضامین بھی چھپتے ہیں۔نیز اخباروں کی زینت بھی بنتے ہیں۔

پدرسری معاشرے میں ایک کم سن لڑکی کو فیصلے کا اختیار نہیں دیا جاتا۔جبری شادی کے نتیجے میں کسی اندھے کنویں میں دھکا دے دیا جاتا ہے۔ جہاں نامساعد حالات ، گھٹن زدہ ماحول ، کتاب سے بے رغبتی ، مطالعے کی ناقدری ، گھریلو کام کا بوجھ اور افرادِ خانہ کی بے حسی کو سہتے سہتے زندگی گزر جاتی ہے۔جس سماج کا ہم حصہ ہیں وہاں ایک عورت کے لیے صرف فرائض کی بات کی جاتی ہے حقوق کی نہیں۔

حبس کی فضا میں قلم اور کتاب ہی لکھاری کا سہارا بنتے ہیں۔ڈیپریشن کی فضا سے نکلنے کے لیے میں تعلیم کا سہارا لیا۔ دینی اور دنیاوی تعلیم حاصل کی ۔اردو زبان وادب میں پنجاب یونی ورسٹی سے ماسٹرز کیا۔تعاقب میں خواب میری شاعری کا اولین مجموعہ ہے۔ ہر انسان خوابوں کے تعاقب میں زندگی گزار دیتا ہے لیکن لکھاری کا معاملہ الگ ہوتا ہے اس کا تعاقب خواب کرتے ہیں۔

تعاقب میں ہے میرے ،خواب ، عنبر
پڑاؤ کبھی کرنے نہ دیں گے

خوابوں کے تعاقب کی وجہ سے اضطراب مسلسل لکھاری کو سفر میں رکھتا ہے۔

فطرتِ سخن ور ہے اضطراب میں رہنا
جاگتے ہوئے جیسے دشت خواب میں رہنا

ان کی شاعری کی کتاب پر جاوید خان صاحب چیف ایڈیٹر نے کچھ اس طرح اظہار خیال کیا ہے۔

''اردو شاعری کے افق پر ایک کہنہ مشق شاعرہ کا ظہور ہوا ہے۔ نادیہ عنبر لودھی نے جذبے کی سچائی کو لفظ کی حرمت سے جوڑ کر خوب صورت شاعری کی تخلیق کی ہے۔ یہ ان کی بہترین کاوش ہے۔ جہاں وہ عروضی موشگافیوں سے بخوبی نبرد آزما رہی ہیں - وہاں انہوں نے تخلیقی ندرت کو بھی کمال سلیقہ سے برتا ہے۔ جس کی اٹھان ایسی ہے اس کی اڑان کیسی ہو گی۔

نادیہ عنبر لودھی شاعری کے افق پر ایک نئی روشنی ہے۔ یہ روشنی کسی چاند میں ڈھلے گی یا ستارے کا روپ دھارے گی اس کا فیصلہ تو وقت کرے گا۔ نادیہ ایک ایسی شاعرہ ہے جس کے ہاں جذبات کی فراوانی ہے۔ عشقِ مجازی سے بالا عشقِ حقیقی کی حکمرانی ہے۔ نادیہ عنبر اردو شاعری میں ایک خوشگوار اضافہ ہے۔ ان کا مجموعہ کلام تعاقب میں خواب شاعری میں ایک نئی امنگ، نئی ترنگ ہے۔ وہ نسوانی جذبات کا اظہار بھی بشریت کے پردے میں کرتی ہیں۔

تجسس کی نظر سے دیکھتا ہے وقت بھی مجھ کو
میں کھلتی ہی نہیں اس صاحبِ اسرار کے آگے

صفروزاں ہے ہر اک لذت سے لطف وصل کی سارے
کہ ساقی خود سبو لائے شب بیدار کے آگے

نظم کی صنف دیکھیں تو انداز جداگانہ ہے موضوعات تازہ ہیں۔ شاعری زندگی میں محبت اور محبت

میں زندگی کا دوسرا نام ہے۔محبت کے حوالے سے کئی نظمیں کتاب کا حصہ ہیں۔

میرا نادیہ عنبر لودھی سے تعارف شاعرہ کی حیثیت سے ہوا۔میں نے انہیں اپنے اخبار "خبریں مانچسٹر یوکے" میں کلام بھیجنے کی استدعا کی۔اس وقت نادیہ عنبر لودھی برطانیہ کے اخباروں میں کالمز کے ذریعے نثر نگاری کے جوہر دکھا رہی تھی۔ بعد ازاں میرے اخبار میں بھی مضامین اور افسانے لکھے۔ پاکستان کا مثبت کردار عالمی سطح پر بلند کرنے کے لیے محترمہ نے بہت لگن سے کام کیا۔اسی محنت سے متاثر ہوکر میں نے میڈم کو اسلام آباد پاکستان سے اخبار کی ادارت سونپی۔ ریذیڈنٹ ایڈیٹر اسلام آباد کا عہدہ نادیہ عنبر لودھی کو دیا گیا۔گزشتہ دس برس سے وہ اس عہدے پر بخوبی کام کررہی ہیں۔

وہ پاکستان سے نئے لکھنے والوں کو رہنمائی مہیا کرتی ہیں اوران کا بھیجا گیا مواد اصلاح کے بعد اخبار کی زینت بناتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ دیگر ملکی اور غیر ملکی اخباروں ، ادبی جریدوں اور ڈائجسٹوں میں بھی لکھتی ہیں۔وہ ایسے موضوعات پر لکھتی ہے۔جن میں اصلاحی،ادبی اور اثباتی انداز میں معاشرے کی تربیت کا اہتمام ہوتا ہے۔ان کا یہ ادبی سفر محنت ،لگن اور ہمت سے جاری ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں محبت کے روایتی مضمون کے ساتھ ساتھ جبر و قدر کا فلسفہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ان ہی کاوشوں کی وجہ سے نادیہ عنبر لودھی کو انگلینڈ میں ادبی ایوارڈ سے نوازا گیا۔نادیہ عنبر پاکستان سے ایوارڈ لینے والی واحد لکھاری ہے جس کو میں مانچسٹر میں ادبی ایوارڈ دیا گیا۔نادیہ عنبر نے شاعری اور نثر دونوں میدانوں میں خود کو منوایا ہے۔اور بہت کم وقت میں برطانیہ کے ادبی حلقوں میں پہچان بنائی ہے۔میں اور میری مجلس ادارت نادیہ عنبر لودھی کو مبارکباد پیش کرتی ہے اوران کے زورِ قلم کے لیے دعا گو ہے۔"

کالمز کی کتاب "شبِ غم کا جوش" کا عنوان غالب کے مصرعے سے لیا گیا نام ہے۔

ظلمت کدے میں میرے شبِ غم کا جوش ہے
اک شمع ہے دلیلِ سحر سو خموش ہے
آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالب صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

جس شاعرہ کی فکری سطح اس قدر بلند ہو کہ وہ عام گھسے پٹے نام کی بجائے غالب کے مصرے سے نام نکالے اس کے ذہنی اپج کا کیا معیار ہوگا۔شب غم کا جوش کے آغاز میں کچھ اپنے بارے میں نادیہ عنبر لودھی نے اپنے خاندانی پس منظر پر روشنی ڈالی ہے۔

وہ لکھتی ہیں:

''میرے اجداد کا تعلق افغانستان سے ہے۔میرے اجداد میں ہجرت کر کے ہندوستان آباد ہوگئے۔افاغنہ جنگجو اور بہادر پٹھان قبائل تھے۔یہ قبائل ہندوستان تجارت کرنے آئے تھے۔یہاں کے حالات کے باعث یہ جنگوں میں شامل ہوئے طاقت حاصل کرتے کرتے دلی کے تخت پر 1451-1526 میں حکمران ہوئے۔پانی پت کے میدان میں بابر کے ہاتھوں شکست کے بعد پٹھان ہندوستان کے مختلف علاقوں میں پھیل گئے ان میں سے کچھ نے اتر پردیش میں نوابی ریاستیں قائم کی۔ کچھ مغلیہ دربار میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے۔

جب نئی سیاسی حد بندیاں قائم ہوئی تو میرے دادا یسین خان لودھی ولد احمد خان لودھی دھوگڑی، جالندھر، انڈیا سے ہجرت کر کے فیصل آباد پنجاب پاکستان میں اپنے وسیع خاندان کے ساتھ آ کر آباد ہوگئے۔میرے والد کی پیدائش پاکستان میں ہوئی۔والد نے ائیر فورس میں ائیرونیٹیکل انجنیئر کے طور پر شمولیت اختیار کی۔1971 کی جنگ لڑی اور ڈھائی سال آگرہ کے جنگی کیمپ میں جنگی قیدی رہے۔

والداور والدہ 1976 میں رشتہ ازدواج سے منسلک ہوئے۔ والدہ کے والد میرے نانا شفیع خان لودھی ولد اسماعیل خان لودھی لدھیانہ انڈیا سے اپنے خاندان کے ساتھ ہجرت کر کے فیصل آباد آ کر آباد ہوئے۔ نانا تعلیم نسواں کے حامی تھے۔ والدہ شادی سے پہلے سرکاری ملازمت کرتی تھی۔ چونکہ والد ائیر فورس میں تھے یہ ہی وجہ ہے کہ میرا اور میرے تین بہن بھائیوں کا بچپن پاکستان کے مختلف بیسز پر مختلف شہروں میں گزرا۔

پہلا قطرہ

میں ہوں بارش کا پہلا قطرہ پیاسی زمین پر
اپنے اجداد کی روایات کے برعکس
اک آواز جنون
دل کی زمین پر
پانی ہمیشہ اپنا راستہ خود بناتا ہے
قطرہ قطرہ رس رہا ہو
یا آبشار کی صورت گر رہا ہو
میں نے بھی بنایا ہے
بنجر سوکھی ہوئی زمین پر
اپنا رستہ
آہستہ آہستہ

قطرہ قطرہ

(نادیہ عنبر لودھی)

کتاب میں شامل کالمز کے عنوانات منفرد نوعیت کے ہیں۔

کہانیوں کی کتاب گمراہ اور دوسری کہانیاں سے اقتباس

"کہانی صدیوں سے چل رہی ہے۔ بدل رہی ہے۔ انسانوں کو جوڑ رہی ہے۔ کہانیوں کی کتاب گمراہ آپ کے سامنے ہے۔ اس سے پہلے میری تین کتابیں "شب غم کا جوش، "تعاقب میں خواب" اور "خاکدان "منظر عام پر آ چکی ہیں۔

اس کتاب" گمراہ "میں ٹوٹل کہانیاں شامل ہیں۔ جو میں نے گزشتہ چھ ماہ کے عرصے میں لکھی۔ یہ کہانیاں پاپولر فکشن کی مد میں لکھی گئی ہیں۔ یہ کہانیاں متنوع موضوعات پر ہیں یہ کہانیاں اگر آپ کو سوچنے پر مجبور کر دیں تو اسے میں اپنی کامیابی سمجھوں گی۔

سوشل میڈیا کی یلغار نے کتاب کو کہیں پیچھے دھکیل دیا ہے۔ زندگی کسی فرد کے لیے بھی آسان نہیں ہوتی۔ لکھاری کی قسمت میں دہری مشقت ہوتی ہے سب ذمہ داریوں پوری کر کے ایک لکھاری عورت کو لکھنے کا وقت ملتا ہے۔ کوئی ہم سے یہ نہیں کہتا کہ آپ رائیٹنگ ٹیبل پر بیٹھ کر لکھتی رہیے۔

پدرسری معاشرے میں ایک عورت سے قربانی کے سوا اور کوئی امید نہیں رکھی جاتی ہے۔ یہ ہی ہمارے سماج کا المیہ ہے۔ اس وقت نئی نسل کو ادب اور کتاب سے جوڑنے کی شدید ضرورت ہے۔"

کہانیوں کی کتاب گمراہ اور دیگر کہانیاں میں موضوعات کا انتخاب بھی کمال چابکدستی سے کیا گیا ہے۔ سیکس ورکر ، خواجہ سرا، فلسطین، جنسی زیادتی، خانگی مسائل وغیرہ کو موضوع بنایا گیا ہے۔ فرد کی داخلی کیفیات کو خارجی تجربے کی واردات سے جوڑنا انہیں خوب آتا ہے۔ گمشدہ نظریات، خواب اور نصب

العین کو وہ کرداروں کی خوبیوں اور خامیوں کے امتزاج سے ہم آہنگ کرتی چلی جاتی ہیں۔

کتاب کے شروع میں جاوید خان صاحب کی رائے ملاحظہ ہو:

" گمراہ اور دوسری کہانیاں" نامی کہانیوں کی اس کتاب میں شامل کہانیاں مختلف افکار، مختلف سماجی رتبوں اور مختلف نظریات کے حامل کرداروں کی ہیں۔ جو اپنے سفید اور سیاہ دائروں سے مثبت اور منفی راستے اختیار کرتے ہیں۔ یہ کردار کہیں ماحول سے جڑے ہیں اور کہیں خود سے کٹے ہوئے ہیں۔

ان کی کرداروں کی نفسیاتی گرہیں محترمہ نے عمدگی سے کھولی ہیں۔صحافتی کریئر کا دس سال پہلے آغاز کرنے والے نادیہ عنبر لودھی صاحبہ خبریں مانچسٹر برطانیہ سے وابستہ ہیں۔ اس کے علاوہ ملکی اخبارات میں بھی قلم کے جوہر دکھاتی ہیں۔آپ یوٹیوب چینل کے ذریعے ادب کی ترویج بھی کرتی ہیں۔نادیہ عنبر لودھی فکری و ادبی منظر نامے پر ایک ایسی منفرد اور قد آور شخصیت کے طور پر ابھری ہیں۔اپنی ان تھک محنت، مطالعے کی کثرت سے اپنی تحریروں کا جلا بخشی ہے۔

ان کا ادبی سفر تدریجی مراحل طے کرتا بلندی پر پہنچتا ہے۔انہوں نے اپنی صلاحیتوں کو نا صرف پہچانا ہے بلکہ نکھارا بھی ہے۔ان کی ادبی شخصیت کی ہمہ جہتی میں شاعری، داستان گوء، صحافت انتقادی فکر کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر کرشمے دکھاتی ہے۔نادیہ عنبر کی فکری جہات کا بنیادی منبع تانیثیت ہے۔

یہ کتاب معاصر اردو شاعرات ایک تاریخی دستاویز بنے گی انشااللہ۔

انہوں نے مشکل راستہ چنا ہے۔عام تقلید سے ہٹ کر روش اپنائی ہے۔اپنے تشخیص کو لے کر چلنا اور اسے بھیڑ میں گم نہ ہونے دینا اصل کارنامہ ہے۔روایت کو جدت کے ساتھ جوڑنا ان کی فکر کا جوہر ہے۔مجلس ادارت نادیہ عنبر لودھی ریذیڈنٹ ایڈیٹر خبریں مانچسٹر یو کے کو ان کی کاوشوں پر مبارکباد پیش کرتی ہے اور ان کے زور قلم کے لیے دعا گو ہے۔"

جاوید خان

چیف و بانی خبریں مانچسٹر یو کے برطانیہ

+440775767018

حروف تہجی کے لحاظ سے اردو شاعرات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں ان معاصر شاعرات کا احوال درج ہے۔جن کا تعلق پاکستان سے ہے اور جن کی زبان یعنی اظہاریہ اردو ہے۔

اسے دتک اردو شاعرات کا تذکرہ

مقدمہ

اردو شاعری کے آغاز میں مرد شعرا سامنے آئے ۔پھر شاعرات بھی اردو زبان میں شعر کہنے لگی ۔اردو کی پہلی صاحبِ دیوان شاعرہ ماہ لقا بائی چندا(1824-1768) کو مانا جاتا ہے،جن کا تعلق حیدرآباددکن سے تھا۔انہوں نے 1824 میں اپنا دیوان شائع کیا۔ان کے علاوہ لطف النسا امتیاز کو بھی اولین شاعرات میں شمار کیا جاتا ہے، تاہم تاریخی حوالوں سے ماہ لقابائی کو اولین مقام حاصل ہے۔

شاعرات کے تذکرے اور شاعروں کے احوال پر مشتمل کتب سلطانہ مہر کے بعد کم ہی لکھی گئی ہے۔شاعرات کے حوالے سے جو بھی کام ہوا ہے ۔وہ تحقیقی نوعیت کے مقالہ جات ہیں۔ان میں تاریخی لحاظ سے تو شاعرات کو شامل کیا گیا ہے لیکن معاصر شاعرات کے حوالے سے شبیر ناقد کے بعد کسی کا نام دیکھنے میں نہیں آیا۔ضرورت اس امر کی تھی کہ جو شاعرات علم وادب کی شمع روشن کیے ہوئے ہیں ۔ان کے تذکرے کو تعارف اور کلام کی صورت میں جمع کیا جائے ۔اس ضمن میں شاعرات سے رابطہ کیا گیا ۔اور ایک سوالنامہ ان کو بھیجا گیا۔میری پوری کوشش رہی ہے کہ اس وقت جتنی شاعرات فعال ہیں اور جو حال ہی میں ہم سے جدا ہوئی ہیں ۔ان سب کو شامل کیا جائے۔

سونا آگ میں تپ کر کندن بنتا ہے ۔جو حدت سونا سہتا ہے ۔اس کی تپش وہی جانتا ہے۔ہزاروں لاکھوں عام خواتین میں چنیدہ چنیدہ ایک شاعرہ دکھائی دیتی ہے۔کیا درد ہے جو لکھنے پر

مجبور کرتا ہے۔ اپنوں کے دیے زخموں سے رِستا لہو دل کے ایک کونے کو ہمیشہ تر رکھتا ہے۔

زخم اپنوں نے اس کو بخشے ہیں
کچھ ستاروں کا ہے ستایا چاند

سماج کے لیے آج بھی شاعرہ ہونا ناقابل برداشت ہے۔ جب میرے والدین کو علم ہوا کہ میں شاعری کرتی ہوں تو انہوں نے دوران تعلیم جبری شادی کر کے مجھے ایک اندھے کنواں میں دھکیل دیا جہاں صرف اندھیرا تھا۔ گھٹاٹوپ اندھیرا، زندگی بھر کتاب سے نالاں افراد سے واسطہ پڑا۔

یہ بے برکت رفاقت دسترس کی دین ہے پیارے
تجھے حاصل ہوں اب تیرے لئے بیکار عورت ہوں

(صائمہ آفتاب)

وحشت کی اذیت الفاظ میں ڈھلتی ہے۔ تو سخن کی فصل کاشت ہوتی ہے۔

بنت حوا ہوں میں یہ مرا جرم ہے
اور پھر شاعری تو کڑا جرم ہے
میں تماشا نہیں اپنا اظہار ہوں
سوچ سکتی ہوں سو لائق دار ہوں
میرا ہر حرف ہر اک صدا جرم ہے
اور پھر شاعری تو کڑا جرم ہے

(ثروت زہرا)ا

رب کریم کا شکر ادا کرتی ہوں جس نے مجھ بے کار عورت سے یہ کام لیا۔

آپ کی آراء کی منتظر

نادیہ عنبر لودھی

ریذیڈنٹ مدیرہ۔ خبریں مانچسٹر یو کے

اسلام آباد۔ پاکستان

nadiaumberkhanlodhi@gmail.com

اختر بیگانہ

چودہ ستمبر 1929 کو آپ کی ولادت اتر پردیش انڈیا میں ہوئی۔ آپ معروف افسانہ نگار اعظم کریوی کی بیٹی تھیں۔ اور حکیم اسرار احمد کی بھتیجی تھیں۔ ابتدائی تعلیم میرٹھ سے حاصل کی۔ شاعرہ اور افسانہ نگار تھیں۔ آپ نے 19 مئی 2012 کو کراچی میں وفات پائی۔ آپ کی تدفین ڈیفنس فیز 7 کراچی کے قبرستان میں ہوئی۔

غزل

تیرے بغیر میسر کبھی خوشی نہ ہوئی
جو تیرے غم میں نہ گزری وہ زندگی نہ ہوئی

جلائے لاکھ شب غم میں آنسوں کے چراغ
شب فراق کی دنیا میں روشنی نہ ہوئی

جو وعدہ ستم ایجاد بھی وفا ہوتا
میرے نصیب میں ایسی تو شام ہی نہ ہوئی

ہزار بار گلستاں میں فصل گل آئی
مگر وہ شاخ تمنا کبھی ہری نہ ہوئی

پھرتے تھے آٹھ پہر گردشوں کو ساتھ لیے
فلک کے ساتھ کسی کی بھی دوستی نہ ہوئی

☆☆☆☆☆

غزل

جگ میں کس کا میت ہے کوئی کس کے کون سہارے ہیں
لہریں کس کے ہاتھ لگیں سب چلتے پھرتے دھارے ہیں

پریم کے دیپک بجھتے جائیں من مندر سنسان ہوا
دکھ نہ بانٹے کوئی کسی کا پیار کے دشمن سارے ہیں

دونوں جگ کے داتا اب تو ہم پر بھی ہوجائے دیا
بگڑی تو اختر کی بنادے دل سب کے کاج سنوارے ہیں

☆☆☆☆

ادا جعفری

تعارف

ادا جعفری 22 اگست 1924 کو بدایوں میں پیدا ہوئیں۔آپ کا خاندانی نام عزیز جہاں ہے آپ کے پانچ شعری مجموعے حرفِ شناسائی، ساز سخن بہانہ ہے، سفر باقی ہے، شہر درد، غزالاں تم تو واقف ہو اور میں ساز ڈھونڈتی رہی، کے ناموں سے آئے۔غزل نما تحقیق و تنقید کی کتاب ہے۔آپ کی سوانح عمری جو رہی سو بے خبری رہی کے نام سے شائع ہوئی۔رسالہ "رومان" کے علاوہ اس وقت کے معیاری ادبی رسالوں "شاہکار" اور "ادب لطیف" میں آپ کی غزلیں شائع ہوتی رہی۔1991 میں حکومت پاکستان نے ادا جعفری کو ان کی ادبی خدمات کے اعتراف میں تمغائے امتیاز سے نوازا تھا۔انہیں آدم جی ادبی ایوارڈ بھی ملا۔ادا جعفری 12 مارچ 2015 کو کراچی میں انتقال کی گئی۔

غزل

ہونٹوں پہ کبھی ان کے مرا نام ہی آئے
آئے تو سہی بر سرِ الزام ہی آئے

حیران ہیں، لب بستہ ہیں، دلگیر ہیں غنچے
خوشبو کی زبانی ترا پیغام ہی آئے

لمحاتِ مسرت ہیں تصور سے گریزاں
یاد آئے ہیں جب بھی غم و آلام ہی آئے

تاروں سے سجا لیں گے رہِ شہرِ تمنا
مقدور نہیں صبح چلو شام ہی آئے

کیا راہ بدلنے کا گلہ ہم سفروں سے
جس رہ سے چلے تیرے در و بام ہی آئے

تھک ہار کے بیٹھے ہیں سرِ کوئے تمنا
کام آئے تو پھر جذب ناکام ہی آئے

باقی نہ رہے ساکھ ادا دشت جنوں کی
دل میں اگر اندیش انجام ہی آئے

غزل

گھر کا رستہ بھی ملا تھا شاید
راہ میں سنگ وفا تھا شاید

اس قدر تیز ہوا کے جھونکے
شاخ پر پھول کھلا تھا شاید

جس کی باتوں کے فسانے لکھے
اس نے تو کچھ نہ کہا تھا شاید

لوگ بے مہر نہ ہوتے ہوں گے
وہم سا دل کو ہوا تھا شاید

تجھ کو بھولے تو دعا تک بھولے
اور وہی وقت دعا تھا شاید

خون دل میں تو ڈبویا تھا قلم
اور پھر کچھ نہ لکھا تھا شاید

دل کا جو رنگ ہے یہ رنگ ادا
پہلے آنکھوں میں رچا تھا شاید

☆☆☆☆

ارسہ مبین

تعارف

ارسہ مبین 2002 میں پیر محل پنجاب پاکستان میں پیدا ہوئی۔ آپ غزل گو شاعرہ اور مضمون نگار ہیں گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں آپ بی۔ ایس اردو ادب کی طالبہ ہے۔

غزل

وقت کے ساتھ چل نہیں معلوم
کون رہتا ہے کل نہیں معلوم

نیکیاں پھینک دی ہیں دریا میں
اور ردِعمل، نہیں معلوم

عادتاً مسکراتی رہتی ہوں
اِس اداسی کا حل، نہیں معلوم

پھر سے اس کی گلی میں جانے کا
فیصلہ ہے اٹل ؟ نہیں معلوم

مجھے بے کار کہنے والوں کو
میرا نعم البدل نہیں معلوم

آشنا ہیں اِک اشک سے آنکھیں
ہے یہ اگنی کہ جل، نہیں معلوم

سچ تو یہ ہے کہ آزمائش میں
کون جائے بدل، نہیں معلوم

زندگی کے سفر پہ ہوں اِرسہ
اور وقتِ اجل نہیں معلوم

غزل

زندگی سے سوال کیا کیجئے
حسن کو پر ملال کیا کیجئے

عشق میں جان تک تو دے دی ہے
اس سے بڑھ کر کمال کیا کیجئے

اس کی آواز سن لی نغمہ گر
اب یہ ساز غزال کیا کیجئے

دل مسلتا ہے پھول کہہ کر جو
اس کی جانب خیال کیا کیجئے

آنسوؤں کو سجا کے پلکوں پر
جب وہ چلتا ہے چال کیا کیجئے

حسن ہے سرتاپا مگر اے دوست
حسن کو ہے زوال کیا کیجئے

ایسے جلتا ہے تو جلے ارسہ
دل کی اتنی سنبھال کیا کیجئے

☆☆☆☆

ارم بٹ

تعارف

ارم بٹ کا تعلق راولپنڈی پاکستان سے ہے۔آپ پانچ مئی 1979 کو پیدا ہوئی۔انھوں نے ابتدائی تعلیم سر سید گرلز ہائی سکول مال روڈ راولپنڈی سے حاصل کی اور گریجویشن ایف جی کالج فار وومن راولپنڈی کینٹ سے کیا۔انھوں نے شاعری کی ابتدا زمانہ طالبعلمی میں نظم سے کی بعد ازاں غزلیں بھی کہنے لگیں اور آج ان کا شمار اچھی غزل گو شاعرات میں ہوتا ہے۔

غزل

چراغ چاند ستارے کہیں سجا نہ سکی
اندھیری بستی میں سورج اٹھا کے لا نہ سکی

کسی کی ذات میں گم ہو گئی تھی میری ذات
کسی کی ذات سے باہر کبھی میں آ نہ سکی

جہان بھر کے فسانے تمہیں سنائے مگر
بس ایک دل کی حقیقت زباں پہ لا نہ سکی

وہ ایک شخص جو آنکھوں کی روشنی نہ ہوا
وہ ایک نام جو ہونٹوں پہ جگما نہ سکی

تری زمین کے دوزخ میں ایسی الجھی ہوں
ترے فلک پہ میں اپنی ارم بسا نہ سکی

ایک شعر

ہم نے انہونی کی محبت میں
چھوڑ آئے اسے حقیقت میں

☆☆☆☆

ارم زہرا

تعارف:

ارم زہرا 1982 میں کراچی میں پیدا ہوئی آپ شاعرہ، کالم نگار اور افسانہ نگار ہیں۔ کراچی یونی ورسٹی سے ماسٹرز کیا۔ روزنامہ "قومی اخبار" اور "دھوم چینل" میں صحافتی خدمات سرانجام دی۔ ان کے دو مجموعہ کلام "اف اللہ" اور "دل کی مسند" ہیں۔

شہرِ کراچی کے حوالے سے ان کی تخلیقات میں "میرے شہر کی کہانی" جیسا اہم ادبی کام ہے، جب کہ ان کا ناول "چاند میرا منتظر" اور افسانوی مجموعہ "آدھ کھلا دریچہ" کے نام سے منظر عام پر آئے ہیں۔

غزل

اپنے سے لگے ہو تم انجان جزیرے میں
رونق سی ہوئی دل کے ویران جزیرے میں

دن رات پرندوں سے کرتی تھی کبھی باتیں
میں ڈھونڈتی رہتی تھی انسان جزیرے میں

برسوں کی اداسی نے چھوڑا ہے مرا پیچھا
لایا ہے وہ خوشیوں کا سامان جزیرے میں

اڑتی ہوں ہواں میں ہے میری عجب حالت
آیا ہے کوئی بن کر مہمان جزیرے میں

خواہش نہ رہی باقی نہ ہی کوئی تمنا ہے
میرے تو ہوئے پورے ارمان جزیرے میں

ہم دونوں سکوں سے اب دن رات گزاریں گے
آئے نہ کوئی یا رب طوفان جزیرے میں

اب دل کی حکومت بھی سونپی ہے ارم اس کو
خوابوں کا مرے اترا سلطان جزیرے میں

نظم

کہنا محبت دل کے تالے توڑ دیتی ہے
اسے کہنا محبت دو دلوں کو جوڑ دیتی ہے

اسے کہنا محبت نام ہے روحوں کے ملنے کا
اسے کہنا محبت نام ہے زخموں کے سلنے کا

اسے کہنا محبت تو دلوں میں روشنی بھر دے
اسے کہنا محبت پتھروں کو موم سا کر دے

اسے کہنا محبت دور ہے رسموں رواجوں سے
اسے کہنا محبت ماورا تختوں سے تاجوں سے

اسے کہنا محبت پھول کلیاں اور خوشبو ہے
اسے کہنا محبت چاند تارے اور جگنو ہے

اسے کہنا محبت کا نہیں نعم البدل کوئی
اسے کہنا محبت کا نہیں ہے ہم شکل کوئی

اسے کہنا محبت پر یقیں کر لو مرے ہمدم
اسے کہنا محبت دل میں تم بھر لو مرے ہمدم

☆☆☆☆

افراح شوکت

افراح شوکت لاہور میں مقیم ہیں۔ پندرہ اگست کو پیدا ہوئی۔

غزل

ایسا لگتا ہے شہر خواب میں ہے
جس کو دیکھو کسی عذاب میں ہے

میں جو ہر اِک کو ٹھیک دِکھتی ہوں
کوئی خوبی تو مجھ خراب میں ہے

عشق کیجئے تو عشق ہی کیجئے
اِس گنہ کا مزہ ثواب میں ہے

جیسی تجھ خوش بدن سے آتی ہے
ایسی خوشبو کہاں گلاب میں ہے

جو کسی نے ابھی لکھی ہی نہیں
ذکر میرا اسی کتاب میں ہے

یہ جو سینے میں دل مچلتا ہے
یعنی دریا کوئی سراب میں ہے

جو سکھائی گئی مجھے افراح
وہ محبت کہاں نصاب میں ہے

☆☆☆☆

غزل

اپنی خوشبو سے ڈر گئی تھی میں
سانس لیتے ہی مر گئی تھی میں

وہ کوئی اور ہی جزیرہ تھا
کیا بتاں کدھر گئی تھی میں

وہ مجھے زندگی سمجھتا تھا
زندگی سے مکر گئی تھی میں

کوئی پہچانتا نہیں تھا مجھے
مدتوں بعد گھر گئی تھی میں

ساتھ چلتا رہا مرے ، لیکن
اس کے دل سے اتر گئی تھی میں

امبرین عاشی

امبرین عاشی 23 اکتوبر 1985 میں پیدا ہوئی آپ حافظہ ہونے کے ساتھ ساتھ دینی ڈگری شہادۃ العالیہ بھی رکھتی ہیں۔

غزل

دل کی سب آہیں برباد، جا تجھے آزاد کیا
یاد کے لمحے ناشاد، جا تجھے آزاد کیا

غم کے صحرا میں جلتے تھے دل کے ارمان
زخم نے دی تھی فریاد، جا تجھے آزاد کیا

خواب بکھرے تو لہو میں نہا کر تیری یاد
ٹوٹتی رشتوں کی بنیاد، جا تجھے آزاد کیا

روٹھنے والا روٹھ ہی جائے، دل نے ارشاد کیا
اب نہ باقی کوئی ہمزاد، جا تجھے آزاد کیا

کب تلک آنسو بہتے رہتے، دل کو آباد کیا
عاشق نے دل سے کی فریاد، جا تجھے آزاد کیا

ایک شعر

ایسی عادت بھی ہوتی شاعر میں
جیسی عادت ہے اک مصور میں

☆☆☆☆

الماس شبی

الماس شبی شاعرہ اور براڈ کاسٹر ہیں۔اردو او پنجابی زبان میں شاعری کرتی ہیں۔آپ نثر نگار اور ٹی وی ریڈیو اینکر ہیں۔آپ پنچ ریڈیو نامی پروگرام کرتی ہیں۔آپ کا تعلق لاہور سے ہے امریکہ میں رہائش پذیر ہیں۔

نعت

ہم کیسے بتائیں کہ کیا دیکھا مدینے میں
اشکوں سے بھری آنکھیں بس نور تھا سینے میں

اِک اور ہی دنیا تھی اِن آنکھوں نے جو دیکھی
اِک اور ہی عالم تھا اِس بار تو جینے میں

ہم لوٹ تو آئے ہیں دل ساتھ نہیں آیا
اب تک وہ پڑا ہوگا سرکار کے زینے میں

ہم نے تو دل و جاں کی اِس میں ہی شفا پائی
ہے ساری شفا یابی زم زم کے ہی پینے میں

ہم دیکھ کے آئے ہیں کعبہ تو سمجھ آیا
کیوں آپ ﷺ مچلتے تھے مکہ کو مدینے میں

نظم

WORKING LADY

میں جب بھی گھر پہ آتی ہوں
بہت سی چیزیں لاتی ہوں
اور ان چیزوں میں اکثر
خود کو رکھ کر بھول جاتی ہوں
پتا اس وقت چلتا ہے
کہ جب تکیے پہ رکھنے کو
مجھے سر ہی نہیں ملتا
میسر خواب کیسے ہوں

کہ آنکھیں ہی نہیں ہوتیں
تھکن سے چور ہاتھوں کی
میں جب جب سسکیاں سنتی ہوں
اپنی کرچیاں چنتی ہوں
پہلو میں کہیں دل بھی نہیں ملتا
مجھے بس پاں ملتے ہیں جو پاں پاں چلتے
مجھے لے جاتے ہیں اک ایسے کمرے میں
جہاں پر کوئی میرا جسم اوڑھے سو رہا ہے
یہ کس نے سوئیاں سی روح میں میری چبھو دی ہیں
میں خود کو توڑ دیتی ہوں وہیں پر چھوڑ دیتی ہوں
سو بس چپ چاپ گھر کی سیڑھیوں پر بیٹھ جاتی ہوں
ہوائیں بین کرتی جب برابر سے گزرتی ہیں
پکڑ کر ہاتھ ان کا پاس ہی اپنے بٹھاتی ہوں
نئے کچھ دیپ روشن کر کے خود بھی مسکراتی ہوں
ذرا سی ایک عورت ہوں
دِیوں کی لو میں لیکن جگمگاتی ہوں

☆☆☆☆

امن شہزادی

1999ء میں امن شہزادی حافظ آباد میں پیدا ہوئی۔آپ لاہور میں رہائش پذیر ہیں۔غزل گو شاعرہ ہیں۔

غزل

سمجھ سکے جو مری بات وہ کلام کرے
نہیں سمجھتا تو بس دور سے سلام کرے

جسے بھی چاہیے خیرات میں مری آواز
وہ پہلے میری خموشی کا احترام کرے

کواڑ کھلتے ہی ورنہ بدن سے لپٹے گی
اسے کہو کہ اداسی کا انتظام کرے

معاملات جہاں اس کے واسطے چھوڑے
اور ایک وہ ہے جو فرصت سے اپنے کام کرے

مجھے سکوں ہی وہ آواز سن کے آتا ہے
تو کیوں نہ ربط مسلسل وہ میرے نام کرے

غزل

شام کے وقت ٹھکانے پہ نہیں آتا تھا
وہ پرندہ جو نشانے پہ نہیں آتا تھا

امتی گھیر کے لاتے تھے اسی گھر کی طرف
دکھ محمد کے گھرانے پہ نہیں آتا تھا

میری خاموشی اسے کھینچ کے لے آئی ہے
وہ جو آواز لگانے پہ نہیں آتا تھا

جو ہمیں اب پس دیوار نظر آتا ہے
کبھی دیوار گرانے پہ نہیں آتا تھا

اس سے پہلے بھی بہت جھگڑا ہوا کرتا تھا
چھوڑ جانے کے دہانے پہ نہیں آتا تھا

☆☆☆☆

انجلا ہمیش

تعارف

انجلا ہمیش کا تعلق کراچی سے ہے۔ آپ نثری نظم کہتی ہیں۔ آپ احمد ہمیش نثری نظم کے شاعر اور افسانہ نگار کی دختر ہیں۔ آپ چراغ ہمیش نامی ادبی گروپ کی بانی اور روح رواں ہیں۔

محبت

ہم مصیبت کے مارے محبت نہیں کر سکتے
محبت اگر محبوب کی بانہوں میں بانہیں ڈالے سمندر کے کنارے چلنے کا نام ہے
تو ہمیں وہ کنارہ کبھی نہیں ملا
محبت اگر محبوب کے کاندھوں پر گھڑی دو گھڑی کے سکون کا نام ہے
تو ہمیں وہ کاندھے میسر نہیں
ہم تو اپنی آگ میں مستقل جلتے ہیں
ہمیں کیا معلوم
کسی کے لمس کی حدت میں کیا لطف ملتا ہے
ہم نے خود گلے لگایا خسارے کو

ہم پہ عنایت کیسے ہوسکتی ہے
ہم ناواقف ہیں محبت کے لوازمات سے
ہمیں نہیں آتی وہ ادائیں
جو کسی کی آنکھوں سے نیند چھین لیں
ہمیں کیا سروکار روٹھنے منانے
کے سارے سلسلوں سے

ایک کہانی عشق کی

میں تیرے بہتر ساتھیوں میں نہیں تھا
مجھے تو عشق نے منتخب کیا تھا
ایک وحشت ناک بھیڑ تھی میرے اردگرد
مگر میں اس بھیڑ میں ہوتے ہوئے بھی
کسی وحشت کا حصہ نہ تھا
میں تو تنہا تھا
اہل حکم کے نزدیک تو ایک باغی تھا

اور وہ تمام ہجوم جو فقط ہجوم تھا
بے چہرہ بے کردار بے ذہن فقط ہجوم
جو اپنی غلط ضرورتوں کی خاطر
وہی کہتے جو اہل حکم کہتے وہی سنتے جو انہیں سنایا جاتا
وہی دیکھتے جو انہیں دکھا جاتا
سوئے حسین ابن علی
تم باغی ٹھہرے
میں اس ہجوم کا حصہ نہیں تھا
مگر تم تک آنے کے لئے مجھے اس ہجوم سے گزرنا تھا
تمہارے سچ کو جاننے کے لئے
میں نے کتنے ہی جھوٹ سنے
میں باطل کے راستوں کو عبور کر کے
حق تک پہنچا
میں تیرے بہتر ساتھیوں میں نہیں تھا
مگر مشیت کو منظور تھا کہ حسین حر سے ملے

کہ تاریخ کو باور ہو
اہل عشق کے فیصلے
خدا کے فیصلے ہوتے ہیں
جس نے زمانے کی قسم کھا کر
خسارے کا مفہوم سمجھایا
اور میں نے جوم غلط کے درمیان
اس مفہوم کو پالیا
میں تیرے بہتر ساتھیوں میں نہیں تھا
حسین میں تیرا حر تھا۔

☆☆☆☆

انجیل صحیفہ

انجیل صحیفہ کا تعلق کوئٹہ سے ہے۔آپ ادبی خانوادے سے ہیں۔آپ کے بھائی دانیال، بلال اسود اور بہنیں تمثیل حفصہ اور قندیل بدر ہیں۔آپ کے والد پروفیسر گوہر تھے۔

غزل

اس کو چاند کہہ دینا، خود گلاب ہو جانا
اور پھر تخیل کا لاجواب ہو جانا

خواہشوں کی مرضی ہے جس جگہ بھی وہ چاہیں
قید میں پڑے رہنا، بازیاب ہو جانا

حسن کی علامت ہوں یا کوئی قیامت ہوں
یعنی تیری آنکھوں کا انتخاب ہو جانا

جھاڑ کر الگ رکھنا، گرد سے اٹا ماضی
شیلف پر پڑے رہنا خود کتاب ہو جانا

پینٹ کرنا اشکوں سے ہاتھ پر سمندر کو
پھر وہاں کوئی سیپی دستیاب ہو جانا

ہو تو یہ بھی سکتا ہے، برف آگ جیسی ہو
یہ بھی عین ممکن ہے سنگ آب ہو جانا

نیند نے یہ پوچھا ہے میری گہری آنکھوں سے
کیا بہت ضروی ہے محوِ خواب ہو جانا

واٹس ایپ سٹیٹس

مرمریں ہتھیلی پہ کھلتا کاسنی خواب
نیلی رگوں سے جنما ہے
خواہشوں کا مستقبل پیدا ہوتے ہی متعین کر لیا جاتا ہے
لیکن اس بار چاہے جانے کا شوق آخری ہے
مکمل گھر بس ایک کے نظر اٹھانے سے بن جائے
تو دوسری نظروں میں رہنا چھبنے لگتا ہے
میرے لفظوں میں اپنے ہونے کی خوشی تلاشنے والے
سنو!
تمہارے ہونے کا سکون
چائے کے مگ میں انڈیلی ہوئی میری ہنسی سے عیاں تھا
زندگی میں شاعری اور چائے کی طرح آنے والے
میرے میٹھے خیال!
لفظوں کے سائے میں دن اور رات کاٹنا

مسلسل رت جگے جیسا ہے

یہاں وہاں کہے جملوں میں سے اپنا حصہ چننے کی تھکن

تم کیسے جانو گے کہ

تمہارے نام تو پوری نظم ہوتی ہے!

☆☆☆☆

انجم عثمان

تعارف

انجم عثمان کا تعلق کراچی سے ہے آپ نے کراچی یونیورسٹی سے ایم ایسی کیمسٹری کی ہے۔دو شعری مجموعے العطش، ناشنیدہ کے نام سے آ چکے ہیں۔

غزل

سورج سے رس ! بھنور سے تو ساحل کشید کر !
صحرا کے ذرے ذرے سے محمل کشید کر !

ان رائیگانیوں سے کنارا نہ کر قبول
لا حاصلی کے کرب سے حاصل کشید کر

بھر تو ستارہ وار اڑانیں فلک کے پار
اور لا مکاں سے پھر کوئی منزل کشید کر

جذبوں کی حدتوں سے تو برفاب کھینچ لے
مینائے عشق سے تو مرا دل کشید کر

تسخیر کر فشارِ رگِ آفتاب کو
قوسِ قزح سے پھر حدِ فاصل کشید کر

امکان سے تحیر و شیشے سے عکس چھین
ظلماتِ شب سے تو مہِ کامل کشید کر

غم ہائے نارسائیِ ذوقِ طلب سمیٹ
ارزانیوں سے شوق کی مشکل کشید کر

بادہ و انگبیں سے مرے خال و خد سنوار
مانی کے شاہکار سے اک تل کشید کر

سوزِ دروں تراش کسی برف زار سے
یخ بستہ اشک مے کے مقابل کشید کر

انجم شرارِ شوق ہے ہنگامہ الست
بندِ حجاب سے اسے غافل کشید کر

غزل

یہ ہمیشہ کو بچھڑ جانے کا اثبات سہی
تم سے اک آخری تقریب ملاقات سہی

.

شکوہ لب پہ تو موقوف نہیں رنج و ملال
میری آنکھوں سے برستی ہوئی برسات سہی

.

کوئی تنہائی سی تنہائی ہے میرے اطراف
تو نہیں گر، ترا سایہ ہی مرے ساتھ سہی

.

گردشِ شام و سحر سے مجھے کیا لینا ھے
صبح قسمت میں نہیں گر، نہ سہی، رات سہی

.

بہرِ ہنگامہ ہستی کوئی ساماں ٹھہرے
گر نہیں بزم ، کوئی یادوں کی بارات سہی

.

روبرو ہو تو مگر مہر بہ لب کیوں ہو تم
زہر میں ڈوبی ہوئی تلخ کوئی بات سہی

.

اک تحیر کہ رہے ساتھ مرے تا دمِ مرگ
مرے "ہونے "میں " نہ ہونے " کی کرامات سہی

.

جانے کس پل نہ رہے خواب کا عالم انجم
اور کچھ دیر کو غفلت کی یہ سوغات سہی

☆☆☆☆

افروز رضوی

افروز رضوی شاعرہ اور براڈ کاسٹر ہیں۔ حیدر آباد سے تعلق ہے کراچی میں رہائش پذیر ہیں۔ آپ 3 مارچ 1969 کو حیدر آباد سندھ میں پیدا ہوئیں، شاعری کا آغاز ساتویں جماعت سے کیا۔ حیدر آباد ریڈیو پاکستان سے صداکاری کا بچپن سے ہی آغاز کر دیا تھا، متعدد ڈراموں میں صداکاری کے جوہر دکھائے۔ ان کو ریڈیو پاکستان کی سب سے کمسن ڈرامارائٹر ہونے کا بھی اعزاز حاصل ہے۔

افروز رضوی نے کیمسٹری میں ماسٹر ڈگری حاصل کی ہے۔ وائس چیئر پرسن لائنز براڈ کاسٹر کلب بھی ہیں اس کے علاوہ سہ ماہی لوح ادب کی مشیر و مدیر اور ادبی تنظیم شاعرات پاکستان کی بانی و چیئر پرسن ہیں۔ شاعری کے دو مجموعے سخن افروز اور زمن افروز شائع ہو چکے ہیں۔ افروز رضوی ادبی تنظیم کورل کی سندھ کی صدر بھی ہیں۔

غزل

میری ہر ایک بات کا رکھتے ہیں جو حساب
کس بات کی امید پہ خاموش ہیں جناب

کچھ دل کی بات آپ ہمیں بھی بتایئے
سب کچھ عیاں ہے آپکا چہرہ تو ہے کتاب

آئے ہیں دو گھڑی کو، یہاں بیٹھئے حضور
بے جا تکلفات سے کیجے گا اجتناب

ان کو گلہ ہے بات کوئی سن نہیں رہا
ہم سن رہے ہیں غور سے، اب کیجئیے خطاب

اب انکے سامنے کہاں کھولیں گے ہم زباں
معلوم ہے ہمیں کہ وہ کر دیں گے لا جواب

کچھ اس نے رخ چھپا لیا بادل کی اوٹ سے
کچھ رات سے کھنچا ہوا لگتا ہے ماہتاب

بیتاب تتلیاں نظر آتی ہیں ہر طرف

جگنو بھی اڑ رہے ہیں کوئی دیکھنے کو خواب

چمپا کلی بھی ناز سے اٹھلا رہی ہے آج
مسحور کر رہا ہے مہکتا ہوا گلاب

افروز کل کی رات سخن دلنواز تھا
میرے تصورات میں بجتا رہا رباب

غزل

عیاں نہ ہوتا کسی پر بھی یہ جہان کھلا
جتن ہزار کیئے تب وہ رازدان کھلا

انھوں نے چھین لیا سر سے سائبان تلک
مرے نصیب میں آیا ہے آسمان کھلا

چھپیں ہزار مصائب کے نت نئے پرچے
یہ زندگی ہے مگر ، ایک امتحان کھلا

بیاہ کر جو وہ لایا غریب کی بیٹی
ملا جہیز نہ اس کو ، تو وہ جوان کھلا

مرے سخن کے سلیقے نے میری لاج رکھی
وگرنہ لوگ سمجھ جاتے یہ بیان کھلا

عدو نے حد ہی جو کر دی تھی بد لحاظی کی
ہزار صبر کے با وصف ، بے زبان کھلا

بس اب تو چھوڑ دو یہ خوش گمانیاں افروز
پڑا جو وقت کٹھن ، مجھ پہ خاندان کھلا

☆☆☆☆

انوپا حیدر

تعارف

انوپا پندرہ دسمبر 1944 کو بمبئی میں ہوئی ۔انوپا کی والدہ میمن برادری سے تعلق رکھتی تھی ۔1948 میں والدین کے ساتھ پاکستان ہجرت کی ،مصورہ بھی تھی ۔والدین بچپن میں وفات پا گئے تو معروف شاعر بہزاد لکھنوی کے زیر سایہ رہی جو آپ کے خالو تھے ۔ان کا اصل نام صوفیہ حیدر تھا ۔جبکہ ادبی حلقوں میں انوپا حیدر کے نام سے مشہور ہوئی ۔1963 کو ریڈیو پاکستان کراچی سے بطور اناؤنسر اپنے کیریئر کا آغاز کیا اور طویل عرصے تک عالمی سروس سے وابستہ رہیں ،ریڈیو پاکستان کراچی میں نیوز کاسٹر کے طور پر بھی کام کیا نیز ڈراموں کے لیے صداکاری بھی کی ۔پہلی شادی علیم الدین علیم سے کی جو چل نہ سکی دوسری شادی بھی کی ۔انوپا حیدر نثری نظم کے ہراول دستے میں تھی ۔

بھید بھرا سناٹا آپ کا مجموعہ کلام ہے ۔آپ نے سولہ جنوری 2023 کو وفات پائی ۔ ہری پور میں مدفون ہیں ۔

نظم

چاند کی ٹھنڈی آگ میں اب بھی
میرے سپنوں کا گھر جلتا ہوگا
اور تمہارے آنسو اب بھی میری پلکوں پر ٹھہرے ہونگے
بیتے چہرے جھوٹے تھے

ان کو دہراؤ گے تو سپنے اڑ جائیں گے

آنسو ٹھہرے رہنے دو

میں کوئی آشا تو نہیں

میری روح روشنیوں کے کھنڈر سے دور نکل آئی ہے_

چاند کی ٹھنڈی آگ میں اب بھی

میرے اپنوں کا گھر جلتا ہوگا

اور روحیں تو آوارہ ہیں_

اپنوں اور لمحوں سے آزاد

یوں ہی آوارہ پھرتی ہوں گی

خوابوں کے شہر میں

شہزادے نے کاغذ کی بوٹ بنا کر

بڑی نرمی سے اپنے دل میں رکھا

ایک لفظ لکھا آرٹ

شہزادہ کہتا ہے کرائم کا تصور

اب آوٹ آف ڈیٹ ہوتا جارہا ہے

کاغذ

پر اک لفظ

اب بھی مسکرا رہا ہے

نظم

اپنے ہونے کی آزادی مت سوچو

ہوا کے بس میں اڑتا ہوا بادل

کنارے بیٹھے کیا سنتے ہو

یہ سمندر کا پھیلا

سناٹے کی کہانی ہی کہتا رہے گا

کولمبس بھی اب ایشیا کے ساحلوں پر

کشتیاں جلانے کی رسم منایا کرتا ہے

جیسس کو مت ڈھونڈو

وہ کسی ایمپلائمنٹ ایکسچینج کے باہر

کیو کے چکر میں گھوم رہا ہو گا

چھوڑو پھر وہ دھیان کے جیل

آ کسی کافی ہاؤس میں چل کر بیٹھیں

آخری سگریٹ جلنے دو

بزنس سے اچھال لیا

گوتم کی مورتی سے کوئی ڈائی بنالو

اور دیکھو آزادی کی

نروان کی باتیں مجھ سے مت کرنا

مجھے خوف سا لگتا ہے ان باتوں سے

آ کیڑوں کی روحیں ڈھونڈیں

وسعت ہم دونوں کو کھا جائے گی

☆☆☆☆

ایمان قیصرانی

ایمان قیصرانی کا تعلق ڈیرہ غازی خان سے ہے۔ان کا شعری مجموعہ اشک زار کے نام سے آیا ہے۔

مرثیہ

ہم منائیں گے غم محرم میں
غم ہوا محترم محرم میں

نوچ ڈالا کلیجہ امت کا
ہائے اتنا ستم محرم میں

میری آنکھوں کو ٹوکنے والو
صبر آتا ہے کم محرم میں

ہم حسینی ہیں ہم ہی سنی ہیں
چل نکالیں علم محرم میں

پڑھ کے تسبیح پاک پنجتن کی
کر لیں سینے پہ دم محرم میں

جتنے آنسو تھے میری مٹھی میں
کر دیئے سارے ضم محرم میں

سوگ وگریہ وغم کی شدت سے
ہیں سیاہ پوش ہم محرم میں

چار سو آنسوؤں کی کثرت ہے
کتنا پھیلا ہے نم محرم میں

عشق تکمیل پا گیا ایماں
بحرِ فیض و کرم محرم میں

غزل

اس سے پہلے کہ جائے خاموشی
کوئی مصرع اٹھائے خاموشی

اس کے جاتے ہی اوڑھ لیتی ہے
میری دنیا ردائے خاموشی

میرے آنگن میں چارسو پھیلے
ادھ بجھی رات، سائے ،خاموشی

اسکی دھڑکن کے راز سننے ہیں
چپکے چپکے سے گائے خاموشی

رات کی سیڑھیوں پہ بیٹھے ہیں
میں، تری یاد، چائے ، خاموشی

تیرے آنے سے روٹھ جاتی ہے
کوئی جا کر منائے خاموشی

دھوپ بیساکھیاں اتارے تو
میرا کمرہ دکھائے خاموشی

گھر کی تختی پہ آج لکھ آئی
یہ ہے وحشت سرائے خاموشی

اتنی حسرت سجاو چہرے پر
مجھ سے عبرت تو کھائے خاموشی

آسناتھ کنول

تعارف

لاہور میں رہائش پذیر ہیں۔ان کا پہلا شعری مجموعہ پانیوں میں پھول اور دوسرا شعری مجموعہ آنکھ میں پانی رہنے دے ہے۔

غزل

سوچتے رہنے کی ازیت سے بھی نکلے نہیں ہیں
یہ بھی اچھا ہے کہ غم ہجر کے پھیلے نہیں ہیں

نیم خوابیدہ سی آنکھوں میں شبیہیں بنتے
میرے تکیے پہ پڑے خواب بھی سوتے نہیں ہیں

تو ہے سورج تیرا ڈھل جانا سمجھ میں آیا
بادلوں میں بھی چمتکار تو ہوتے نہیں ہیں

ورنہ تو وقت کا دریا ہی بہا لے جاتا
ہم تیری یاد کی پگڈنڈی پہ بیٹھے نہیں ہیں

میرے محبوب تیرا فیصلہ سر آنکھوں پر
ہم خفا خود سے ہیں تم سے تو روٹھے نہیں ہیں

ایک ہی پل میں تشت از بام ہوا رازِ دروں
ورنہ تو خوابوں میں بھی بندِ قبا کھلتے نہیں ہیں

کیا یہ ممکن ہے کہ اک زرہ پلٹ دے دنیا
ہم سبھی خاک بسر خاک سے ملتے نہیں ہیں

اپنی ہی ذات کے اہرام سے باہر نہ گئے
کیسے کہہ دیں کہ تماشے کو سمجھتے نہیں ہیں

ہم سے ٹکرا کے بھلا موت کو کیا لینا ہے
سینچ کے رکھتے ہیں غم دنیا کو دیتے نہیں ہیں

غزل

انتہا ہونے سے پہلے سوچ لے
بے وفا ہونے سے پہلے سوچ لے

بندگی مجھ کو تو راس آ جائے گی
تو خدا ہونے سے پہلے سوچ لے

کاسہ ہمت نہ خالی ہو کبھی
تو گدا ہونے سے پہلے سوچ لے

یہ محبت عمر بھر کا روگ ہے
مبتلا ہونے سے پہلے سوچ لے

آصفہ جہاں آراء خان

تعارف

آصفہ جہاں آراء خان برمنگھم برطانیہ میں مقیم ہیں۔آصفہ جہاں آرا خان تین دسمبر 1950 کو تلہ گنگ چکوال میں پیدا ہوئی ایم اے انگریزی پنجاب یونی ورسٹی سے کیا۔

غزل

لگتا ہے پرندوں سے دعا روٹھ گئی ہے
وہ حبس ہے پیڑوں سے ہوا روٹھ گئی ہے

اب دن کو بستی میں اجالا نہیں ہوتا
اس شہر کے لوگوں سے ضیا روٹھ گئی ہے

ایک شخص کو چاہا ہے تو محسوس ہوا
ہونٹوں سے میری صورت و ندا روٹ گئی ہے

میں نے کسی کا بھی برا چاہا نہیں ہے
پھر کس لیے خلق خدا روٹھ گئی ہے

تم آصفہ گلدان میں کیا ڈھونڈ رہی ہو
پھولوں سے بھی جب باد صبا روٹھ گ ء ہے

: - - - - -

اس شخص کو میں دل میں جگہ دوں گی آصفہ
اس شہر میں جو ائینہ خانہ بنائے گا

☆☆☆☆

آصفہ نشاط

تعارف

آصفہ نشاط شمالی امریکہ میں مقیم ہیں۔ شاعرہ اور افسانہ نگار ہیں۔آصفہ نشاط نے پشاور یونی ورسٹی سے ماسٹرز کیا۔ شادی کے بعد امریکہ منتقل ہوگئی ۔ایک شعری مجموعہ اور ایک افسانوں کا مجموعہ آچکا ہے۔

غزل

ضروری ہے شاعری کی جائے
دل جلا کر ہی روشنی کی جائے

بعض چہرے بہت حسین سہی
پھر بھی کتنوں سے دوستی کی جائے

اک مسلسل شکست کا احساس
ایسی خواہش نہ پھر کبھی کی جائے

یہ محبت کے جو تقاضے ہیں
ان تقاضوں میں کچھ کمی کی جائے

اب بھی کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں
زہر پی کر ہی خود کشی کی جائے

میں نے یہ فیصلہ کیا ہے نشاط
فیصلوں میں بھی اب کمی کی جائے

نظم

میں ایک کورا کاغذ
جس پر ہر دو نسلوں نے اپنی کہانی لکھی
یا ایک درخت

جس کے سایہ میں بیٹھے لوگوں نے
اس کے پتوں کو نوچا
کبھی نہ سوچا
سایہ دینے والے کو بھی سایہ اچھا لگتا ہوگا
میں ایک کوئل
جو آواز کا جادو بانٹے
یا پھر بادل
جو بنا تفریق کئے برس جائے
یا پھر پاگل
جو کچھ نہ سمجھے
جس کے ذہن میں ایک خزانہ اور دل خالی
جس کا بدن ہے بوڑھا اور دل بچہ
جس کے پاس نہ دھن نہ دولت
نہ ہی ندامت
کیونکہ میں ہاتھ ہوں دینے والا
میں پھیلا ہاتھ نہیں

☆☆☆☆

آنسہ پنہاں

آنسہ پنہاں کا تعلق چاٹگام سے تھا۔ کراچی میں مقیم رہی۔

غزل

جلتے سورج تلے چین دل کو ملے
اتنی مہلت بھی نہیں درد اشکوں میں ڈھلے

بزم تاریک نہ ہو شمع جلتی ہے جلے
رسم فطرت ہے یہ ہی پھول کانٹوں میں کھلے

داغ ہی داغ ہے ہر داغ ہے روشن روشن
دل کی دنیا میں چراغاں ہے کوئی کیا جانے

- - - - - - - -

تیری محفل میں بھی رہی پنہاں
تیری دنیا سے اٹھ گئی خاموش

- - - - - - - - -

فانوس آرزو ہے تو قندیل عزم ہے
پنہا ں یہ میرا دل کوئی بجھتا دیا نہیں

کشتی کو میری دیکھ کے موجیں اچھل پڑیں
شاید سمجھ رہی ہیں میرا نا خدا نہیں

یہ ساری زندگی تو کٹی قید میں مگر
مرنے کے بعد بھی در زندہ کھلا نہیں

☆☆☆☆

آئرین فرحت

تعارف

آئرین فرحت، شاعرہ، صداکارہ اور ٹی وی میزبان ہیں۔ادبی گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں۔ان کے والد اقبال بسمل شاعر، ادیب، افسانہ نگار، ڈرامہ نگار تھے۔۔

غزل

سوچتی ہوں بھنور میں رہتی ہوں
یا میں پانی کے گھر میں رہتی ہوں

ان ستاروں کی چال ہے کوئی
جو انہی کے اثر میں رہتی ہوں

بات بھی مختصر سی کرتی ہوں
پھر بھی ہر اک خبر میں رہتی ہوں

چھپتی پھرتی ہوں اپنے آپ سے میں
اور ہر اک نظر میں رہتی ہوں

پاس سے دائرے نہیں جاتے
ہر قدم پر سفر میں رہتی ہوں

— — — — — — — —

زندگی سے مل رہی ہوں زندگی کے ساتھ ہوں
ایسا لگتا ہے کہ نیلی روشنی کے ساتھ ہوں

پھیکے پھیکے رنگ میں نے دور جا کر رکھ دیئے
اب نئی سوچوں کے سنگ میں شاعری کے ساتھ ہوں

منزلیں یونہی نہیں ملتیں سفر دشوار ہے
ان دنوں میں عشق میں ہوں عاشقی کے ساتھ ہوں

بانو ارشد

تعارف

بانو ارشد کا خاندانی نام شہر بانو ارشد تھا۔بانو ارشد کہانی کار ،مضمون نگار اور شاعرہ ہیں۔کراچی میں پیدا ہوئی۔ان کے والد ارشد تھانوی اور والدہ خاتون ارشد دونوں شاعری کرتے تھے۔ان کی والدہ بھوپال سے بانو نامی ادبی جریدہ نکالتی تھی۔شوکت تھانوی ان کے رشتے کے چچا تھے۔گھر کا ماحول ادبی تھا۔ان کے خاندان کے افراد علم و ادب اور شاعری کا شغف رکھتے تھے۔کراچی یونی ورسٹی سے 1959 میں ایم اے کیا۔1965ء میں بانو ارشد برطانیہ چلی گئی اور شعبہ تدریس سے وابستہ ہوگئی۔ان کے افسانوں کا پہلا مجموعہ 1995 میں بانو کے افسانے کے نام سے شائع ہوا۔ان کا دوسرا مجموعہ بانو کی کہانیاں تیسرا مجموعہ بانو کے مضامین ہے۔بانو ارشد برطانیہ لندن میں مقیم ہیں۔انہوں نے برطانیہ میں علم و ادب کی شمع روشن رکھی ہے۔

غزل

ملتی ہے مجھ کو لذت اس یاد کی چبھن سے
غربت میں آئے جیسے اپنا کوئی وطن سے

گزرا ہے شوخ کوئی لہرا کے صحن دل سے
اک بھینی بھینی خوشبو جاتی نہیں بدن سے

دنیا کی ٹھوکروں میں رکھا گیا ہے جس کو
آتی ہے اس کی خوشبو پھولوں کے پیرہن سے

کیاری میں خون ڈالا پودا لگایا جس نے
وہ ہی نکل گیا ہے کاشان چمن سے

جب ہم نے بات چھیڑی محفل ہوئی چراغاں
ہر شے نے داد مانگی زخموں کی انجمن سے

محفل میں آ گئے ہیں اور سرخ رو بھی ہوں گے
اعزاز بھی ملے گا بانو کو حسن ظن سے

- _ _ _ _ _ _

بانو صائمہ

بانو صائمہ کا تعلق اسلام آباد سے ہے۔

غزل

جاگتی نظروں کا خواب ہو تم
محبتوں کا شباب ہو تم

سمجھ نہ پائی جسے کبھی میں
کتاب دل کا وہ باب ہو تم

کہو تو جز دان میں چھپا لوں
کھلی ہوئی اک کتاب ہو تم

بچھے تھے راہوں میں پھول کتنے
جو بھا گیا وہ گلاب ہو تم

برا کہے تم کو لاکھ دنیا
مرے تو عالی جناب ہو تم

نہیں ہے بس میں تمہیں بھلانا
عجب طرح کا عذاب ہو تم

لگا کہ منزل تمہی ہو لیکن
نظر کا میری سراب ہو تم

وفا سے عاری سہی مزاجا
وفا کا میری جواب ہو تم

کئی سوالوں میں تم گھرے ہو

مگر بہت لا جواب ہو تم

الٹ کے رکھ دی ہے میری دنیا
حیات کا انقلاب ہو تم

میں راگ، رنگ اور رقص جیسی
غزل ،ترنم ،رباب ہو تم

یہ نشہ ٹوٹا نہ زندگی بھر
بہت پرانی شراب ہو تم

اے جان بانو یہ جان لو اب
بذات خود انتخاب ہو تم

– – – – – – –

غزل

تتلی قفس میں قید صبا ڈھونڈھتی رہی
میں شہر تنگ میں بھی ردا ڈھونڈھتی رہی

وہ تتلیوں میں مست بہت مطمئن سا تھا
جس کو چمن میں میری صدا ڈھونڈھتی رہی

رت کی طرح مزاج بدل کر چلا گیا
وہ بے وفا تھا اس میں وفا ڈھونڈھتی رہی

تخت منافقت پہ وہی حکمران تھا
بہر خلوص جس کو سدا ڈھونڈھتی رہی

جوش جنوں کے ہاتھ جسے دان کر چکی
پھر میں ضرورتا وہ انا ڈھونڈھتی رہی

دل پر لگے جو زخم کہاں مندمل ہوئے
میں شہر شہر پھرتی دوا ڈھونڈھتی رہی

بستی میں ایک بھی نہ وفادار مل سکا
میں در بدر بھٹکتی وفا ڈھونڈھتی رہی

سیل بلا بھنور میں جہاں چھوڑ کر گیا
میں ناخدا کے ساتھ خدا ڈھونڈھتی رہی

دیوار دل سے میری چرا کے وہ لے گیا
جگ مگ سی روشنی وہ دیا ڈھونڈھتی رہی

میری ہتھیلیوں پہ رچے زخم زخم رنگ
بانو میں ان میں بوئے حنا ڈھونڈھتی رہی

_ _ _ _ _ _ _ _ _

بتول مسرت

بتول مسرت کا تعلق راولپنڈی سے ہے 1976 میں پیدا ہوئی۔آپ کے دو شعری مجموعے مودت کی روشنی "اور"رنگِ حنا 2024 "میں منظر عام پر آئے۔

غزل

حال دل کا تو نگاہوں سے بیاں ہوتا ہے
رقص بسمل پہ تماشے کا گماں ہوتا ہے

زندہ رہتی ہوں کسی کرب کے تہہ خانے میں
سانس لینا بھی کبھی ایسے گراں ہوتا ہے

جس کی فطرت میں وفائیں نہیں ہوتیں شامل
پھر اثر اس پہ محبت کا کہاں ہوتا ہے

یوں مرے دل میں محبت ہے تمہاری ہمدم
سیپ میں جیسے گہر کوئی نہاں ہوتا ہے

شدت کرب سے میں جب بھی تڑپ اٹھتی ہوں
عزم تخلیق مرا اور جواں ہوتا ہے

حسرتیں دل کی سبھی راکھ ہوئی جاتی ہیں
جس طرح بجھتے چراغوں کا دھواں ہوتا ہے

غزل

جلتا دیا ہوا کے محضر میں آ گیا
منظر میں ایک رنگ تھا پیکر میں آ گیا

سورج ابھی تو راہ میں تھا جانے کس طرح
دستک دیئے بغیر مرے گھر میں آ گیا

اپنے پرائے چھوڑ کے سب مجھ کو جا چکے
کیسا یہ موڑ میرے مقدر میں آ گیا

لڑنے سے پہلے ہی سبھی ہارے ہوئے ہیں لوگ
خوف شکست کیسا یہ لشکر میں آ گیا

جتنے بھی خواب تھے مرے خوابوں میں رہ گئے
منظر یہ کیسا خواب کے منظر میں آ گیا

میں نے حنائی پاں کو پانی پہ کیا دھرا
قوس قزح کا رنگ سمندر میں آ گیا

☆☆☆☆

بسمل صابری

تعارف

اصل نام بسم اللہ بیگم صابری اور تخلص بسمل صابری ہے وہ سترہ جولائی 1937 کو ساہیوال، پاکستان میں پیدا ہوئیں۔انہوں نے ابتدائی تعلیم ساہیوال سے جبکہ اعلی تعلیم لاہور سے حاصل کی۔ان کے شعری مجموعوں میں، پانی کا گھر، یادوں کی بارشیں، روشنیوں کے رنگ، رس کی پھوہار اور ایک نعتیہ شعری مجموعہ " بیاضِ نظر " شامل ہیں۔

غزل

وہ عکس بن کے مری چشم تر میں رہتا ہے
عجیب شخص ہے پانی کے گھر میں رہتا ہے

وہی ستارہ شب غم کا اک ستارہ ہے
وہ اک ستارہ جو چشم سحر میں رہتا ہے

کھلی فضا کا پیامی ہوا کا باسی ہے
کہاں وہ حلقہ دیوار و در میں رہتا ہے

جو میرے ہونٹوں پہ آئے تو گنگنا اسے
وہ شعر بن کے بیاض نظر میں رہتا ہے

گزرتا وقت مرا غم گسار کیا ہوگا
یہ خود تعاقب شام و سحر میں رہتا ہے

مرا ہی روپ ہے تو غور سے اگر دیکھے
بگولہ سا جو تری رہ گزر میں رہتا ہے

نہ جانے کون ہے جس کی تلاش میں بسمل
ہر ایک سانس مرا اب سفر میں رہتا ہے

سحر ہوئی تو خیالوں نے مجھ کو گھیر لیا
جب آئی شب ترے خوابوں نے مجھ کو گھیر لیا

مرے لبوں پہ ابھی نام تھا بہاروں کا
ہجوم شوق میں خاروں نے مجھ کو گھیر لیا

کبھی جنوں کے زمانے کبھی فراق رتیں
کہاں کہاں تری یادوں نے مجھ کو گھیر لیا

نکل کے آ تو گیا گہرے پانیوں سے مگر
کئی طرح کے سرابوں نے مجھ کو گھیر لیا

یہ جی میں تھا کہ نکل جاں تجھ سے دور کہیں
کہ تیرے دھیان کی بانہوں نے مجھ کو گھیر لیا

جب آیا عید کا دن گھر میں بے بسی کی طرح
تو میرے پھول سے بچوں نے مجھ کو گھیر لیا

☆☆☆☆

بشریٰ اعجاز

تعارف

بشریٰ اعجاز کا تعلق سرگودھا سے ہے۔لاہور میں مقیم ہیں ۔

نظم

مجھے مرد اچھے لگتے ہیں
مجھے مرد اچھے لگتے ہیں
جنگجو، بہادر
اور میدانِ جنگ میں پیٹھ نہ دکھانے والے
وحشی گھوڑوں
اور اپنی رانوں کی بے قابو طاقت کو
لگام ڈالنے والے
مجھے مرد اچھے لگتے ہیں
درویش، فقیر، سالک
جوگی، سادھو اور ناتھ

راہِ سلوک کے مسافر اور نیک دل شاعر

بھیگے ہوئے دلوں والے نغمہ گر

مصور اور نے نواز، معلم اور متعلم

جن کی نگاہیں پرانے رازوں

اور دل مدفون خزانوں جیسے ہوتے ہیں

مجھے مرد اچھے لگتے ہیں

اپنے باپ جیسے خوبصورت اور نفیس

ملائم اور کھردرے

جو موپساں، ہیرلڈ لیم اور شرر کو

اپنے دوہرے دھسے کے حجرے میں بیٹھ کر تلاوت کرتے ہیں

اور بظاہر نہایت غیر ادبی زندگی گزارتے ہیں

مجھے مرد اچھے لگتے ہیں

جنگ ناموں، مثنویوں اور طلسمی کہانیوں کے

کرداروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے

الف لیلہ کے ابوالحسن اور سند باد جہازی جیسے

سر پھرے اور دیوانے

پہلے پہر کی رات کے خواب جیسے قیمتی اور بردبار
بغداد کی گلیوں کی طرح پراسرار
اور مزاروں جیسے پرشکوہ مگر خاموش
جن کے کندھوں پر بیٹھ کر چھوٹی چڑیاں
بے فکری سے دانا چگتی ہیں
اور صوفی کبوتر غٹر غوں کرتے ہیں
جو شہر زاد کی کہانیوں کو جیب میں رکھے رکھے
نیند کے گھونٹ بھرتے رہتے ہیں
مگر سوتے نہیں
جو ظالم جن کی قید سے
قاف کی پری آزاد کرانے کے لیے
مسافتیں مارنے کا حوصلہ رکھتے ہیں
جن کی تلواریں تیز اور چمکیلی ہوتی ہیں
اور نگاہ نرم و ملائم
مجھے مرد اچھے لگتے ہیں
جو ننھے بچوں، متروک بوڑھوں

اور پرانے درختوں، پرندوں،
جھاڑیوں اور برگدوں جیسی
عورتوں کی حفاظت کرتے ہیں
اور جتائے بغیر ان سے محبت کرتے

غزل

محبت میں کوئی صدمہ اٹھانا چاہیۓ تھا
بھلایا تھا جسے وہ یاد آنا چاہیۓ تھا

گری تھیں گھر کی دیواریں تو صحن دل میں ہم کو
گھروندے کا کوئی نقشہ بنانا چاہیۓ تھا

اٹھانا چاہیۓ تھی راکھ شہر آرزو کی
پھر اس کے بعد اک طوفان اٹھانا چاہیۓ تھا

کوئی تو بات کرنا چاہئے تھی خود سے آخر
کہیں تو مجھ کو بھی یہ دل لگانا چاہئے تھا

کبھی تو اہتمام آرزو بھی تھا ضروری
کوئی تو زیست کرنے کا بہانا چاہئے تھا

مری اپنی اور اس کی آرزو میں فرق یہ تھا
مجھے بس وہ اسے سارا زمانہ چاہئے تھا

☆☆☆☆

بشریٰ بختیار خان

تعارف

بشریٰ بختیار خان لندن برطانیہ میں مقیم ہیں۔ دو شعری مجموعے ''رسین'' اور ''دل کے موسم'' آ چکے ہیں۔

غزل

شہر کے شہر بساتے ہوئے مر جاتے ہیں
کار دنیا کو چلاتے ہوئے مر جاتے ہیں

لوگ بچھڑیں تو بسا لیتے ہیں دنیا پھر سے
ہم تو بس ہاتھ چھڑاتے ہوئے مر جاتے ہیں

جب سے تو راہ کی دیوار سمجھتا ہے ہمیں
ہم تری راہ میں آتے ہوئے مر جاتے ہیں

چند چہروں کے لیے دید بچا رکھی تھی
اب تو ہم پلکیں بچھاتے ہوئے مر جاتے ہیں

جو ترے نام سے اشعار کہے تھے ہم نے
ہم وہ اشعار سناتے ہوئے مر جاتے ہیں

وہ سمجھتے ہیں کہ ہم آنکھوں میں گم ہیں بشریٰ
ان سے ہم نظریں ملاتے ہوئے مر جاتے ہیں

غزل

تہمتِ عشق جب اٹھالی ہے
پھر کیوں انصاف کا سوالی ہے

آج میں خود سے بحث کرتی رہی
اور اب میرا ذہن خالی ہے

تیرا کوئی نہ تھا مثالیہ یار
بے وفائی بھی تو مثالی ہے

حافظہ میں نے آج جانے دیا
اک تری یاد ہی بچا لی ہے

ہم ہیں اکیسویں صدی کے لوگ
ہم نے خود میں جگہ بنا لی ہے

بشریٰ خود ہی دکھایا دل اپنا
اپنے ہی دل سے پھر دعا لی ہے

☆☆☆☆

بشریٰ سعید

تعارف

بشریٰ سعید فیصل آباد میں پیدا ہوئی۔ اسلام آباد میں رہائش پذیر ہیں۔ نثری نظم کہتی ہیں۔ دو نثری نظم کے مجموعے ''میں کہنا چاہتی ہوں'' اور ''باتیں'' آ چکے ہیں۔

نظم

اگر عورت کما سکتی تو

کھری باتوں کا ذائقہ ترش ہوتا ہے
بہ حیثیت انسان
عورت کی ضرورت
کسی مرد کو نہیں
وہ گروی رکھی جائے
یا بیچ دی جائے
کرائے پہ لی جائے

یا یک مشت خرید لی جائے
اس کے خیالات کی
بندر بانٹ ممکن نہیں
حکم کی پابندی کا طوق پہن کر
جیون کی کٹیا کا
کرایہ ادا کرتے ہوئے
اگر عورت کما سکتی تو
لاتی مرد کے لیے خرید کر
وہ حوصلہ
کہ جس سے وہ اپنا چہرہ
اس کے خیال آئینے میں دیکھ سکتا
ناخوش تمام باتوں کو
انصاف کے پلڑے میں تول سکتا
عدم تحفظ کے پنجرے میں
تیسرے درجے کے قیدی کی حیثیت سے
اگر عورت کما سکتی تو

لاتی مرد کے لیے خرید کر

وہ محبت

جو اس کی فطری ضرورت سے ماورا ہوتی

اگر عورت کما سکتی تو

درد حرف چننے لگے

اس کی کی مردانگی کو

میرے آنسوں کی حاجت تھی

وہ میری روح کو

اس وقت تک داغتا رہا

جب تک اس کی پوروں میں

مرد ہونے کا احساس نہیں اتر ایا

اس کے مٹی وجود کو

میں نے کھارے پانی سے گوندھ کر

بے حسی کی بھٹی میں ڈال دیا
وہ پتھر کا ہو گیا
میں بین کرنے لگی
ہوش آیا تو
اسی بت کے آگے
بچی کھچی تمنائیں بھینٹ کیں
اور سجدہ ریز ہو گئی
تپسیا امر ہوئی تو
درد حرف چننے لگے
اور میں نظمیں گنگنانے لگی

☆☆☆☆

بشریٰ شمس

تعارف

بشریٰ شمس 25 دسمبر 1935ء میں پٹنہ بہار میں پیدا ہوئی۔ہجرت کے بعد کراچی میں سکونت اختیار کی۔

غزل

یاد ان کی مٹانے کو آئی غم تنہائی
خاموش فضاں میں بجنے لگی شہنائی

اخلاص کی رسموں کو خود ہم نے مٹا ڈالا
جی بھر کے ذرا رو لے اے چشم تمنائی

کیا جانیے کیا گزری ہم درد کے ماروں پر
آنکھوں میں تو انسو ہیں ہونٹوں پر ہنسی آئی

اس دل کی اداسی کا کیا حال سنائیں ہم
صحرا میں بھی تنہائی بستی میں بھی تنہائی

اے شمس جلی شب بھر جو بزم محبت میں
وہ شمع سر محفل فریاد نہ کر پائی

- - - - - - -

روئے تو اپنی یاد کی کھیتی ہری ہوئی

بارش ہوئی تو نخل تمنا نکھر گئے

☆☆☆☆

بشریٰ فرخ

تعارف

بشریٰ فرخ پشاور میں پیدا ہوئی۔آپ کے شعری مجموعوں کے نام یہ ہیں۔

ادھوری محبت کا سفر،

تو کجا من کجا،

لڑکیاں بند کتابوں جیسی

اک قیامت ہے لمحہ موجود،

محبتوں دے مزاج وکھرے

جدائی بھی ضروری ہے،

فاذکرونی اذکرکم،

مجھے آواز مت دینا،

ہسدیاں اکھیاں روندے خواب،

خداما ثنا خوان محمد

شہر دل کے مضافات میں

ورفعنا لک ذکرک،

غزل

بظاہر تم سے ملنے کا کوئی امکاں نہیں ہے
دلاسوں سے بہلتا یہ دل ناداں نہیں ہے

چمن میں لاکھ بھی برسے اگر ابر بہاراں
تو نخل دل ہرا ہونے کا کچھ امکاں نہیں ہے

ہوائے وقت نے جس بستء دل کو اجاڑا ہے
اسے آباد کرنا کام کچھ آساں نہیں ہے

وہ اک دیوار ہے حائل ہمارے درمیاں جو
کسی روزن کا اس میں اب کوئی امکاں نہیں ہے

اگرچہ کھا گئی دیمک غموں کی بام و در کو
مگر ٹوٹی ابھی تک یہ فصیل جاں نہیں ہے

تمہاری روح بشری قید ہے تن کے قفس میں
اسے آزاد کرنا معجزہ آساں نہیں ہے

غزل

بدلاؤ کیسا شہر ستمگر میں آ گیا
وہ صبح خیز شام کے منظر میں آ گیا

ہر اک گزرنے والا کھلے در کو دیکھ کر
دستک دیے بغیر مرے گھر میں آ گیا

دھندلا گیا تھا پھر مری یادوں کا آئینہ
اک اشک تھا جو آنکھ کے پتھر میں آ گیا

احساسِ تشنگی کو مٹانے کے واسطے
جانے کہاں سے قطرہ سمندر میں آگیا

دل سے نکل چکا تھا مگر گھوم گھام کے
پھر درد تیرا یاد کے ساگر میں آگیا

خوش تھا وہ میرے درد کے بخیے ادھیڑ کر
آنسو کہاں سے چشمِ گل تر میں آگیا

خود اپنی ذات سے میرا رشتہ بحال تھا
جو عکس آئینہ ہوا ، پتھر میں آگیا

بجھنے کے میں قریب تھی بشری کہ یک بیک
اک آفتاب اتر کے میرے گھر میں گیا

☆☆☆☆

بشیر النساء جعفری

تعارف

چھبیس جولائی 1930 میں حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئی۔ عثمانیہ یونی ورسٹی سے ایم اے اردو کیا۔ سرکاری ملازمت کرتی رہی۔ 1991 میں امریکہ منتقل ہوگئی۔ آپ نے سال 2002 میں وفات پائی۔

کلام

زندگی کس طرح گزری ہے
کیا بتائیں یہ بات ہماری ہے

- - - - - - - - - - - -

آئی بہار لائی سبزہ مرے صحن میں
گل مسکرائے کلیاں چٹکیں مرے صحن میں

باد صبا جو آئی خنکی بھی ساتھ لائی
تازہ ہوا کے جھونکے پہنچے میرے بدن

کیسا سہانا موسم کتنی سہانی راتیں
یوں جگمگاتے آئے تارے نظر گگن میں

کیا ہو گیا ہے تم کو کس سوچ میں پڑے ہو
کیوں ڈھونڈتے ہو تارے یوں بار بار دن میں

کتنے دعائیں مانگی شبھ کی گھڑی کی خاطر
لو آگیا ہے اب تو وہ دن تیرے لگن میں

کیسا نرالا دیکھو قدرت کا کارخانہ
سورج و چاند ایسے کیوں آگئے گہن میں

لوگوں کی بھیڑ بھی ہے اور چار سو اجالا
بیٹھی ہوئی ہوں پھر بھی تنہائی کی گھٹن میں

بلقیس خان

تعارف

بلقیس خان کا تعلق میانوالی سے ہے۔ 1987ء میں پیدا ہوئی۔

غزل

تجھے پکار رہی ہوں یہی مری حد ہے
اب اس سے بڑھ کے بھلا اور بھی کوئی حد ہے

تمہاری شرطوں پہ جیتے رہے ہیں ساری عمر
تمہاری نظروں میں کیا یہ بھی سرسری حد ہے

تو یعنی ہاتھ اٹھائے گا اب کے تو مجھ پر
تو یعنی گرنے کی تیری یہ آخری حد ہے

کسی کے پیار میں اقدار بھول سکتی نہیں
میں جانتی ہوں یہ دہلیز ہی مری حد ہے

مجھے ملی ہے مرے گھر سے کافی آزادی
مگر یہ میری حیا میری اپنی ہی حد ہے

یہ میری آنکھیں جو پتھر کی ہو گئیں بلقیس
یہ انتظار مرے اعتبار کی حد ہے

☆☆☆☆

غزل

گھر میں جب بیٹیاں نہیں ہوں گی
پیڑ پر ٹہنیاں نہیں ہوں گی

غم سے سمجھوتا کر لیا دل نے
اب یہاں سسکیاں نہیں ہوں

میں کہ دور جدید کی لڑکی
پاں میں بیڑیاں نہیں ہوں گی

واپسی کا ہے سوچنا بے سود
اب جلی کشتیاں نہیں ہوں گی

اب دیوں کو بچانا واجب ہے
آندھیاں مہرباں نہیں ہوں گی

بارشوں کے سفر پہ نکلے ہو
سر پہ اب چھتریاں نہیں ہوں گی

یہ مسلسل رہیں گی میرے ساتھ
ہجر میں چھٹیاں نہیں ہوں گی

دست و بازو بنا ہے بھائی مرا
کوششیں رائیگاں نہیں ہوں گی

یا قلم ٹوٹ جائے گا بلقیس
یا مری انگلیاں نہیں ہوں

☆☆☆☆

بشریٰ حزیں

تعارف

بشریٰ حزیں اسلام آباد میں مقیم ہیں۔ اردو اور پنجابی، زبان کی شاعرہ ہیں۔

کلام

دل خلا میں نظر خلا میں ہے
کم نصیبوں کا گھر خلا میں ہے
اٹھ گیا دل جہان سے تیرے
اب تو باقی سفر خلا میں ہے
جا بسا دل کہیں ستاروں میں
چاند کا ہمسفر خلا میں ہے
اس زمیں پر تو سب ہیں بیچارے
کیا کوئی چارہ گر خلا میں ہے
ڈھونڈتی ہے کسے خلا میں حزیں
کیا کوئی رہبر خلا میں ہے

☆☆☆☆

بشریٰ مسعود

تعارف

بشریٰ مسعود پندرہ اکتوبر 1989 میں حیدرآباد میں پیدا ہوئی۔

غزل

آخری حل تھا یہی پیش نظر جانے دیا
ایک گہری سانس لی پھر خواب مر جانے دیا

ساربان دے گواہی مجھ کو پیاری تھی انا
رکھ لیا زاد سفر اور ہم سفر جانے دیا

حضرت ناصح کی خوش افتادگی پہ داد ہے
خود جدھر سے آئے تھے سب کو ادھر جانے دیا

اس حریم ناز میں یوں بے محابا گفتگو
کچھ بھرم رکھا تو ہوتا تم کو گر جانے دیا

تجھ کو روکا جا رہا تھا روشنی تھی جب تلک
شام کے ڈھلتے سمے سورج کو گھر جانے دیا

آنکھ سپنے دیکھتی تھی آنسوں سے کیوں بھری
چاہتی تو پوچھ لیتی میں مگر جانے دیا

دوستا قسمت نہ ہو تو کوششیں بے کار ہیں
صبر کا پیمانہ ہم نے خود ہی بھر جانے دیا

دل مصر تھا بارہا کچھ جانچنے کو رک گئے
آخرش اس نے ہمیں بار دگر جانے دی

-

غزل

پہلو بھی اب نیا نہیں ہے
بات کرنے کو کچھ بچا نہیں ہے

ہم تجھے دیکھنے کو ترسے ہیں
اور تو جان کر ملا نہیں ہے

ایک چڑیا کے آشیانے کو
شہر بھر میں کہیں جگہ نہیں ہے

سینکڑوں الوداعی سندیسے
اور وہ آج تک گیا نہیں ہے

جب بھی چاہو گے چھوڑ دو گے میاں
شاعری ہے کوئی نشہ نہیں ہے

آج بھی خیر کی خبر نہ ملی
اور آگے بھی آسرا نہیں ہے

باپ جیسا شفیق آنگن تھا
اب مرا اس سے واسطہ نہیں ہے

دل زدوں کے لیے شفا کی دعا
معجزہ ہو کوئی دوا نہیں ہے

☆☆☆☆

بہار النساء بہار

تعارف

بہار النساء بہار کا تعلق ملتان پاکستان سے ہے۔ سرائیکی زبان میں بھی شاعری کرتی ہی۔ اردو میں ان کا پہلا شعری مجموعہ 'عکس بہار' سن 1997 میں شائع ہوا۔

غزل

بند آنکھوں کی جب کھڑکیاں کھل گئیں
ہو گئی شاعری کاپیاں کھل گئیں

ساحل دل پہ ارماں کی کشتی چلی
یوں تلاطم اٹھا رسیاں کھل گئیں

شعر و نغمے کی محفل جہاں بھی سجی
موسم حبس کی مٹھّیاں کھل گئیں

آنکھ میچے ہی پہچانا میں نے تجھے
پھر گلابوں سی دو پتیاں کھل گئیں

تجھ کو دیکھا لگا صبح نو ہو گئی
الجھنوں سے بنی گتھیاں کھل گئیں

موسم دل پہ جب سے بہار آ گئی
آرزں بھری تتلیاں کھل گئیں

☆☆☆☆

غزل

امید کا دامن تو مرا چاک نہ کرنا
یوں مجھ پہ ستم اے دل سفاک نہ کرنا

تاریکِ شب ہے مرا پہلے سے مقدر
اور تم بھی اندھیرے مری املاک نہ کرنا

یہ زخم انا کافی ہے اے یوسف دوراں
اب چشم زلیخا کو تو نمناک نہ کرنا

جب نیندیں بچھڑ جائیں تو آ جاتی ہیں یادیں
اس خواب نگر کو پس افلاک نہ کرنا

بیٹھی ہوں امیدوں پہ بہار آئے گی شاید
یوں آس جزیرے کو تہ خاک نہ کرنا

☆☆☆☆

بینا گوئندی

تعارف

بینا گوئندی 3 جولائی 1967 کو پنجاب کے شہر سرگودھا میں پیدا ہوئیں۔ان کی پہلی شاعری کی کتاب ''سوچتی آنکھیں'' 1992 میں منظر عام پر آئی ۔ دوسری شاعری کی کتاب ''جو تم نے دیکھا'' 2001 میں چھپی اور تیسری شاعری کی کتاب ''مٹی کی پیالی'' 2018ء میں چھپی ہے۔

غزل

آکاش پہ بادل چھائے تھے
آنکھوں نے اشک بہائے تھے

نیا کو بھنور میں دیکھا تھا
جب موسم پیار کے آئے تھے

اک لفظ نہ آیا ہونٹوں پر
لمحے بے درد تو آئے تھے

کچھ گیت سنے تھے بچپن میں
کچھ میٹھے خواب چرائے تھے

بینا کے من میں دھوپ رہی
آنکھوں میں ٹھنڈے سائے تھے

غزل

تیرا ہر غم چرا لیا ہوتا
کاش میرا پتہ لیا ہوتا

زندگی دھوپ میں گزاری ہے
سائے میں ہی چھپا لیا ہوتا

کچھ تو کم ہوتے شب کے اندھیارے
دل کا دیپک جلا لیا ہوتا

یا سمندر کی تہہ میں رکھ آتے
یا بھنور سے بچا لیا ہوتا

چل دیئے میرے مسکرانے پر
پردہ گل ہٹا لیا ہوتا

اشک بینا بکھر ہی جاتا ہے
تونے تو موتی بنا لیا ہوتا

☆☆☆☆

پاکیزہ بیگ

پاکیزہ بیگ لندن برطانیہ سے تعلق رکھتی تھی۔رومانوی شاعرہ تھیں۔انکا ترنم بہت مشہور تھا۔

کلام

ہم لوگ نہ نکلے تو سفر کون کرے گا
دنیا کو حقیقت کی خبر کون کرے گا

پھر کوہ کنی کا ہے تقاضا کوئی آئے
اک کام ہے کرنے کا مگر کون کرے گا

ہم نے تو چراغوں کی طرح فرض نبھایا
اب رات کی کالک کو سحر کون کرے گا

الفاظ کی بوچھاڑ ہے اور گوش سماعت
کیا جانیے پتھر پہ اثر کون کرے گا

بے رحمی حالات ہے ہتھیار سنبھالو
بھاگو گے تو سینوں کو سپر کون کرے گا

پھر کون لٹا دے گا دل و جان سر بزم
پھر زلف گرہ گیر کو سر کون کرے
گا -
میں شاخ پر بیٹھی ہوئی مغموم سی گڑیا
اور لوٹ کر آیا نہیں وہ پیار کا موسم

☆☆☆☆

پروین جاوید

تعارف

پروین جاوید کا اصل نام سیدہ پروین اختر ہے۔آپ دس مئی 1952ء کو کراچی میں پیدا ہوئی۔آپ نے ایم اے اردو۔ایم ایڈ کیا۔آپ شاعر کام نگار اور نقاد سرور جاوید کی اہلیہ تھیں۔آپ نعت گو شاعرہ تھیں۔آپ کے دو نعتیہ شعری مجموعے ہیں جن کے نام ''سر طیبہ'' ، ''حضوری چاہتی ہوں'' ہے۔

نعت

شاہ بطحا کا سایہ ملا ہے
رحمتوں نے اشارہ کیا ہے

اذن جب سے ملا حاضری کا
رنج فرقت بھی کم ہوگیا ہے

میری دولت کو کیا پوچھتے ہو
کالی کملی کا سایہ ملا ہے

تھام کر ان کے روضے کی جالی
سارے غم کا مداوا ملا ہے

میرے والی حببب خدا ہیں
اس مسرت نے بے خود کیا ہے

تو ہے جود و سخا
اور غفار و ستار ہے
سب تری ہے عطا

☆☆☆☆

پروین سجل

تعارف

پروین سجل کا تعلق لاہور سے ہے۔آپ کے بارہ شعری مجموعے ممکن ،مقال، حطیم ،تکیہ، رفو، چاچڑ ،آپ، دیباچہ، آخری نبی، گزشتہ، صاحب، سوہنا کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔

غزل

نقش جاں اس طرح کیا اس کو
سوچے ہر ایک زاویہ اس کو

پاؤں کی سمت جا کر بیٹھ رہیں
احترام اس قدر دیا اس کو

بخیے بخیے میں دھیان اس کا رہا
جاں کے استر میں یوں سیا اس کو

مسکرانے کی سزا کتنی کڑی ہوتی ہے
پوچھ آ یہ کسی کھلتی کلی سے پہلے

☆☆☆☆

پروین شاکر

تعارف

پروین شاکر 24 نومبر 1952 کو کراچی میں پیدا ہوئی۔ چار مجموعے خوشبو، صد برگ، خود کلامی اور انکار شائع ہوئے۔ ان کی کلیات ماہ تمام 1994ء میں منظر عام پر آئی۔

کلام

کچھ تو ہوا بھی سرد تھی کچھ تھا ترا خیال بھی
دل کو خوشی کے ساتھ ساتھ ہوتا رہا ملال بھی

بات وہ آدھی رات کی رات وہ پورے چاند کی
چاند بھی عین چیت کا اس پہ ترا جمال بھی

سب سے نظر بچا کے وہ مجھ کو کچھ ایسے دیکھتا
ایک دفعہ تو رک گئی گردش ماہ و سال بھی

دل تو چمک سکے گا کیا پھر بھی ترش کے دیکھ لیں
شیشہ گران شہر کے ہاتھ کا یہ کمال بھی

اس کو نہ پا سکے تھے جب دل کا عجیب حال تھا
اب جو پلٹ کے دیکھیے بات تھی کچھ محال بھی

میری طلب تھا ایک شخص وہ جو نہیں ملا تو پھر
ہاتھ دعا سے یوں گرا بھول گیا سوال بھی

اس کی سخن طرازیاں میرے لیے بھی ڈھال تھیں
اس کی ہنسی میں چھپ گیا اپنے غموں کا حال بھی

گاہ قریب شاہ رگ گاہ بعید وہم و خواب

اس کی رفاقتوں میں رات ہجر بھی تھا وصال بھی

اس کے ہی بازؤں میں اور اس کو ہی سوچتے رہے
جسم کی خواہشوں پہ تھے روح کے اور جال بھی

شام کی نا سمجھ ہوا پوچھ رہی ہے اک پتا
موج ہوائے کوئے یار کچھ تو مرا خیال بھی

☆☆☆☆

غزل

پورا دکھ اور آدھا چاند
ہجر کی شب اور ایسا چاند

دن میں وحشت بہل گئی
رات ہوئی اور نکلا چاند

کس مقتل سے گزرا ہوگا
اتنا سہما سہما چاند

یادوں کی آباد گلی میں
گھوم رہا ہے تنہا چاند

میری کروٹ پر جاگ اٹھے
نیند کا کتنا کچا چاند

میرے منہ کو کس حیرت سے
دیکھ رہا ہے بھولا چاند

اتنے گھنے بادل کے پیچھے
کتنا تنہا ہوگا چاند

آنسو روکے نور نہائے
دل دریا تن صحرا چاند

اتنے روشن چہرے پر بھی
سورج کا ہے سایا چاند

جب پانی میں چہرہ دیکھا
تو نے کس کو سوچا چاند

برگد کی اک شاخ ہٹا کر
جانے کس کو جھانکا چاند

بادل کے ریشم جھولے میں
بھور سمے تک سویا چاند

رات کے شانے پر سر رکھے

دیکھ رہا ہے سپنا چاند

سوکھے پتوں کے جھرمٹ پر
شبنم تھی یا ننھا چاند

ہاتھ ہلا کر رخصت ہوگا
اس کی صورت ہجر کا چاند

صحرا صحرا بھٹک رہا ہے
اپنے عشق میں سچا چاند

رات کے شاید ایک بجے ہیں
سوتا ہوگا میرا چاند

☆☆☆☆

پروین فنا سید

تعارف

پروین فنا سید 1936ء میں لاہور میں پیدا ہوئی۔حرف وفا اور تمنا کا دوسرا قدم، یقین، لہو سرخ رو ہے، حیرت انکے شعری مجموعے ہیں۔آپ نے طویل علالت کے بعد 27اکتوبر 2010 کو کراچی میں وفات پائی۔آپ کو 28اکتوبر کو کراچی کے علی باغ شاہ خراسان قبرستان میں دفن کیا گیا۔

غزل

ایسے لمحات بھی گزرتے ہیں
جب نہ جیتے ہیں ہم نہ مرتے ہیں

ہم کہ شاعر ہیں دل کو خوں کر کے
اپنے گیتوں میں رنگ بھرتے ہیں

زندگی کی حقیقتوں کے گہر
بحر اندیشہ سے ابھرتے ہیں

کس قدر ہوشیار ہیں ہم بھی
اپنی دیوانگی سے ڈرتے ہیں

اک ذرا سی خوشی کی چاہت میں
ہم غموں سے نباہ کرتے ہیں

غزل

دشت میری ہی دہائی دے گا
پھر مجھے آبلہ پائی دے گا

روشنی روح تلک آ پہنچی
اب اندھیرے میں دکھائی دے گا

زرد پتوں کا دھڑکتا ہوا دل
خامشی میں بھی سنائی دے گا

توڑ کر دیکھ تو آئین دل
شہر کا شہر دکھائی دے گا

کشف و آگاہی کے آئینے میں
اپنا بہروپ دکھائی دے گا

☆☆☆☆

پروین مرزا

تعارف

پروین مرزا نوشہرہ میں پیدا ہوئی۔ ویمن کالج کراچی سے بی اے کی۔ بچپن سے ریڈیو پر صدا کاری شروع کردی۔ برطانیہ منتقل ہونے کے بعد ایشین ریڈیو اور آواز انٹرنیشنل سے آواز کا جادو جگاتی رہی۔ لندن برطانیہ میں مقیم تھی۔

غزل

دوستی نہ کی ہے نہ ہوگی کھیل ہی کیا ہوگا
آپ نے ہمیں سوچا غیر خوش ہوا ہوگا

میری روح میں کتنے زخم کھل گئے دیکھو
کوئی دل کے آنگن میں درد بو گیا ہوگا

جو بھی اس سے ملتا ہے خواب بننے لگتا ہے
کون جانے کس کس سے اس نے کیا کہا ہوگا

راستے میں پل بھر ہی وہ ہمیں ملے بس پھر
شہر میں کہانی کا سلسلہ چلا ہوگا

زندگی سجا لے پھر آئنے میں دیکھوں گی
مجھ پہ درد کا زیور کیسا لگ رہا ہوگا

خواب آسمانوں کے دیکھنے لگیں پروین
ایسے ہی ستارے پر نام رکھ دیا ہوگا

غزل

ان کو میرے ضبط غم سے بھی گلہ رہ جائے گا
مشکلیں جب ختم ہوں گی حوصلہ رہ جائے گا

رفتہ رفتہ دل بھی ٹھہرا آنکھ سے آنسو رکے
ہم یہ سمجھے تھے کہ یہ غم جان لے کر جائے گا

ایک اک کر کے زمیں سے سب گلے مل جائیں گے
جانے پہچانوں سے رشتہ یاد کا رہ جائے گا

منزلوں کی خواہشیں جب توڑ دیں گی دل میں دم
جانے والوں کے لئے بس راستہ رہ جائے گا

آپ کی آنکھوں میں اترا ہے تو اجلا ہو گیا
کیا خبر تھی عکس میرا آئنہ ہو جائے گا

نسبتیں ہم سے زمیں کی چھن گئیں پروین تو کیا
آسمانوں سے ہمارا رابطہ رہ جائے گا

☆☆☆☆

پروین شیر

تعارف

پروین شیر شاعرہ مصور اور موسیقار ہیں ۔عظیم آباد کے ایک علمی گھرانے میں پروین شیر پیدا ہوئیں۔ بہت کم سنی میں کنیڈا آ کر یونیورسٹی آف مینی ٹوبا، کنیڈا سے فائین آرٹس میں اور یونیورسٹی آف ونی پیگ ،کنیڈا سے نفسیات میں تعلیم حاصل کی۔ والد۔۔۔سید فضل اللہ قادری معروف مفکر اوردانشور تھے۔ان کے دو شعری مجموعے کرچیاں اور نہال دل پر سحاب جیسے شائع ہو چکے ہیں۔آخر الزکر کتاب میں ساری نظمیں صرف ماں کے موضوع پر ہیں۔

غزل

ہے آسیبوں کا سایا میں جہاں ہوں
شب دشت بلا میں بے اماں ہوں

ہوا کی زد پہ جیسے شمع کی لو
میں اپنے حوصلوں کا امتحاں ہوں

چراغاں سا ہے دروازے پہ لیکن
میں اندر سے کوئی تیرہ مکاں ہوں

وہ بادل تھا ہوا کا ہم سفر تھا
میں تشنہ کام فصل رائگاں ہوں

ستوں کچے تھے بارش سہہ نہ پائے
سلگتی دھوپ میں بے سائباں ہوں

پتا میرا اب اس کو کیا ملے گا
نشاں ہوتے ہوئے بھی بے نشاں ہوں

وہ کہاں؟

اب بھی دل بھر آیا

آنکھیں چھلکیں

تنہائی کے اک گوشے میں

اس کے کاندھے پہ سر رکھ کر

اس سے دل کی باتیں کہہ کر

جی کچھ تو ہلکا ہوتا تھا

اس کی دل جوئی کی انگلی

میری پلکوں سے رخشاں گوہر چن چن کر

اپنی پلکوں کے دھاگے میں

پرو کے رکھ لیتی تھی

اک دن شام کے گہرے سائے

شجر کے زردی مائل آنسو

قطرہ قطرہ بہتے بہتے

میری آنکھوں میں در آئے!

بوجھل قدموں سے چل کر

اس کی بانہوں میں جانا چاہا

ہر گوشے میں اس کو ڈھونڈ کے ہار چکی ہوں

سب آئینے توڑ چکی ہوں

☆☆☆☆

تابندہ سحر عابدی

تعارف

تابندہ سحر عابدی کا تعلق کراچی سے ہے۔

غزل

تختیاں سب اتار دی گئی ہیں
مرے گھر کا کہیں پتہ ہی نہیں

ریگ بریاں پہ چل کے آئے ہیں
پاں میں کوئی آبلہ ہی نہیں

زخم دل کو تلاش مرہم تھی
اور مرہم کہیں ملا ہی نہیں

ہم نے دستک تو دی بہت لیکن
پھر کوئی در کبھی کھلا ہی نہیں

زندگی سے کبھی بنی نہ مری
موت پر اختیار تھا ہی نہیں

دھوپ بھی قہر بن کے برسی اور
سائباں ریت سے بنا ہی نہیں

غزل

وقت کی دل لگی عروج پہ تھی
رات بھر شاعری عروج پہ تھی

رات بھر فکر نے لہو تھوکا
اور مری بے کلی عروج پہ تھی

زخم سارے ہی نوچ ڈالے تھے
وحشت دل مری عروج پہ تھی

عکس ان کا نکھر کے آ بیٹھا
اور پھر شاعری عروج پہ تھی

شور تھا رات بھر بہت مجھ میں
رات بھر خامشی عروج پہ تھی

سحر آنکھوں سے نیند بھی گم تھی
نیند سے دشمنی عروج پہ تھی

☆☆☆☆

تبسم انوار

تعارف

تبسم انوار کا تعلق کراچی سے ہے۔ کینیڈا میں مقیم ہیں۔

غزل

جو رزم گاہ سے نکلا تھا سرخرو ہو کر
بساطِ عشق میں ہارا وہ جنگجو ہو کر

بہار آء تو وہ زخم بھی لگے کھلنے
یقیں تھا جو نہ ادھڑ پائیں گے رفو ہو کر

اٹھائے جس نے مری پاک دامنی پہ سوال
وہ ملنے آتا ہے اب مجھ سے باوضو ہو کر

وہ عشق ہم سے کبھی گفتنی نہ ہو پایا
سدا جو دل میں رہا دل کی آرزو ہو کر

میں اپنی پیاس کی شدت سے ہوگۓ سیراب
وہ تشنہ لب ہی رہا ایک آب _جو ہو کر

نہ منہ بہار کا دیکھا نہ شعر کہہ پاۓ
بچھڑ کے رہ گۓ میں تجھ سے بے نمو ہو کر

نہ جانے کس کی نظر کھا گۓ سکون مرا
کہ اب تو رہ گۓ وحشت ہی میری خو ہو کر

اسے خبر ہو تبسم کہ اس کے سب وعدے
نواحِ شام میں پھیلے ہیں رنگ و بو ہو کر

-

غزل

کہاں کی ہوشیاری کر رہے ہیں
کہ پھر خواہش تمہاری کر رہے ہیں

غمِ الفت ، جنوں اور کار_وحشت
یہ سب ہم باری باری کر رہے ہیں

جو کل سود و زیاں سے ماورا تھے
وہ باتیں کاروباری کر رہے ہیں

محبت اور نفرت تج کے خود کو
ہر اک جذبے سے عاری کر رہے ہیں

☆☆☆☆

تجدید قیصر

تعارف

تجدید قیصر کا تعلق لاہور سے ہے۔

غزل

تری مٹی میں مل سکتے ہیں تجھ سا ہو نہیں سکتے
جو تیری آنکھ سے آنکھیں ملائیں سو نہیں سکتے

تمہارے بعد ایسا کیا ہوا ہم کو خدا جانے
کہ اب ہم چاہ کر بھی دوستوں کے ہو نہیں سکتے

کوئی رشتہ نہیں رکھتے کوئی وعدہ نہیں کرتے
یہ بستے بوجھ بن جاتے ہیں اور ہم ڈھو نہیں سکتے

ہمیشہ ڈر سا رہتا ہے کہیں پھندا نہ بن جائیں
تری بانہوں کی چادر میں زیادہ سو نہیں سکتے

یہاں جنگل میں کوئی مور ہم تک آ بھی جائے تو
ہم اب کی بار اپنا آپ شاید کھو نہیں سکتے

خوشی کے ساتھ اس نے بات کرنی ہے بچھڑنے کی
سو ہم تو آخری جملے سے پہلے رو نہیں سکتے

غزل

جہاں پہ دوستی ہو اس جگہ انائیں کیا
کہے اگر ترے پیروں میں بیٹھ جائیں کیا

جو نا پار گئی لوٹ کر نہیں آتی
جو شخص ڈوب گیا ہو اسے بچائیں کیا

کسی کی یاد میں جاگیں ستارے دیکھیں ہم
سلگ رہا ہے جو سگریٹ اسے بجھائیں کیا

تمہارے بعد کوئی زخم کیوں کریں تازہ
گزر چکا ہے جو اس پر لہو بہائیں کیا

کسی کی نیند مری نیند کیسے ہو جائے
کسی کے خواب مری آنکھ میں سمائیں کیا

☆☆☆☆

تسنیم کوثر

تعارف

تسنیم کوثر کا تعلق ساہیوال پنجاب سے ہے۔لاہور میں مقیم ہیں ۔ان کا شعری مجموعہ 'سرگوشی' 2012 میں اورافسانوی مجموعہ 'چبھن 2017 'میں شائع ہوا۔

غزل

رنگ بھرنا کبھی خاکوں میں کہانی لکھنا
داستاں غم کی کوئی یاد پرانی لکھنا

دیکھنا جو بھی سمو دینا اسے لفظوں میں
کبھی اوروں کی کبھی اپنی کہانی لکھنا

کھولنا جب کبھی گزرے ہوئے لمحوں کے کواڑ
صبح ارمان بھری شام سہانی لکھنا

پہلے رکھ دینا چراغوں کو سر راہ گزر
پھر کسی بھٹکے مسافر کی کہانی لکھنا

کبھی رم جھم کبھی خوشبو تو کبھی باد نسیم
اس کے لہجے کو بہاروں کی جوانی لکھنا

یاد میں اس کی جو تکیے کو بھگو دیتے ہیں
ان کو موتی ہی نہیں لعل یمانی لکھنا

درد اور پیار میں کیا رشتہ ہے اس کو بھی کبھی
دے جو مہلت تمہیں اشکوں کی روانی لکھنا

چند اشعار سے کیا ہوگی تسلی تسنیم
لکھنے بیٹھی ہو تو اب ساری کہانی لکھنا

غزل

کیسے کیسے گمان میں گزری
زندگی امتحان میں گزری

بند تھے جس کے سارے دروازے
عمر ایسے مکان میں گزری

تجھ کو بھی ہے خبر جہاں والے
ہم پہ کیا اس جہان میں گزری

ذکر آیا تھا اس کا محفل میں
شب پھر اس کے ہی دھیان میں گزری

غم دوراں میں بھی حیات اپنی
عزم کے سائبان میں گزری

تسنیم عابدی

تعارف

تسنیم عابدی امریکہ میں مقیم ہیں ۔ پانچ فروری کو پیدا ہوئی ۔ان کا پہلا شعری مجموعہ ''صحرا، آنکھیں اور تنہائی''، دوسرا مجموعہ ''تماشا''، تیسرا مجموعہ ''چراغِ بصیرت'' مذہبی شاعری پر مشتمل ہے۔

غزل

دن کا راجا ہوتا ہے اور رات کی رانی ہوتی ہے
ہر خوشبو کی اپنی اپنی ایک کہانی ہوتی ہے

پہلے اک اک خواب سے ہم تعمیر تمنا کرتے ہیں
پھر دل میں تعبیر کی خود ہی خاک اڑائی ہوتی ہے

پہلا شگوفہ حیرت کا دنیا کو دیکھ کے پھوٹا تھا
اس کے بعد تو جیون بھر خود پر حیرانی ہوتی ہے

رات اماوس کی ہے سر پر اور سناٹا دور تلک
دل دریا میں سوچتی ہوں کیسے طغیانی ہوتی ہے

یادوں کے ویرانے سے کچھ روشنی حاصل کرتے ہیں
ان آنکھوں کی دل میں جب تصویر بنانی ہوتی ہے

ابر نیساں جب برسا آغوش صدف نے پھیلائی
پہلا قطرہ بارش کا تو پہلی نشانی ہوتی ہے

— — — — — — —

شور اندر جو ہے برپا وہ صدا ہو نہ سکا
لفظ زنجیر معانی سے رہا ہو نہ سکا

بات چوکھٹ سے جو نکلی تو جبیں تک پہنچی
پھر جو سجدہ مجھے کرنا تھا ادا ہو نہ سکا

اتنی سی بات میں سمٹی تھی کہانی ساری
اس کی میں ہو نہ سکی اور وہ مرا ہو نہ سکا

ہر صنم خانے کی قسمت نہیں کعبے جیسی
دل میں جو بت تھا سجایا وہ خدا ہو نہ سکا

عالم کن میں رہا شور مرے ہونے کا
پھر کوئی حادثہ مجھ سے بھی نیا ہو نہ سکا

تہمتِ عہدِ تمنا ہے لگائی اس نے
آج تک جس سے کوئی عہد وفا ہو نہ سکا

☆☆☆☆

تسنیم حسن

تعارف

تسنیم حسن 1976 میں پیدا ہوئی۔ برطانیہ کے شہر لندن میں رہائش پذیر ہیں۔ 2023ء میں ''یافت'' کے نام سے ان کا شعری مجموعہ کراچی میں چھپا۔

غزل

گھر میرا تھا اور اس میں بسر تم نے کیا ہے
آنگن کو میرے راہ گزر تم نے کیا ہے

ذروں کو میرے شمس و قمر تم نے کیا ہے
آفاق کو تا حد نظر تم نے کیا ہے

اب اس کی گھنی چھاں ہی سرمای جاں ہے
احساس کے پودے کو شجر تم نے کیا ہے

دیوار پہ اک جلتا دیا رکھا تھا میں نے
رخ ساری ہواں کا ادھر تم نے کیا ہے

ہر لمحہ مجھے ملتی ہے سانسوں سے گواہی
میرے لیے خوشبو کا سفر تم نے کیا ہے

— — — — —

وہ

چہرہ جو میری چاہت رہا ہے
مگر ایسا کہیں دیکھا سنا ہے

خود اپنی ذات کا میری انا سے
بڑی مشکل سے سمجھوتہ ہوا ہے

اجالے سب سمیٹے جا چکے ہیں
مرے رستے میں اک ٹوٹا دیا ہے

مرا اپنا اثاثہ کچھ نہیں ہے
مرا تو نام بھی رکھا ہوا ہے

میں کن لمحوں کے پیچھے بھاگتی ہوں
پرندے کا مجھے سایہ ملا ہے

وہیں سے جھانکتا ہے عکس میرا
جہاں سے آئنہ ٹوٹا ہوا ہے

ہنسی کے ساتھ آنسو کا ٹپکنا
کوئی ٹانکا کہیں سے کھل گیا ہے

مجھے تسنیم وہ لگتا ہے ایسے
لباسوں کی طرح پہنا ہوا ہے

تسنیم صنم

تعارف

تسنیم صنم کا خاندانی نام ''تسنیم شاہ جہاں'' ہے۔ادبی دنیا میں ''تسنیم صنم'' کے نام سے جانی پہچانی جاتی ہیں۔ان کا تعلق لورالائی کے دمڑ قبیلے سے ہے۔ 20 جنوری 1964ء کو لورالائی کے شہر میں شاہ جہاں شاد کے گھر پیدائش ہوئی۔ابتدائی تعلیم لورالائی سے حاصل کی۔میٹرک گورنمنٹ گرلز ہائیر سیکنڈری اسکول ریلوے کالونی کوئٹہ سے کیا۔ان کو شروع سے ہی شاعری سے دلچسپی تھی۔دوبار ایم اے اردو لٹریچر کیا اور ایم فل بھی کیا۔ان کے میاں عرفان الحق صائم کا بلوچستان کے استادالشعرا میں شمار ہوتا ہے۔وہ دو شعری مجموعوں کے خالق تھے۔ "دریائے نور'' نعتیہ مجموعہ کلام اور ''سیل جنوں'' اور'' ہجر کی طاق راتیں'' ان کے شعری مجموعہ کلام ہیں۔ان کا بیٹا احمد وقاص کاشی بھی شاعر ہے۔

غزل

راہ پر اس کو لگا رکھا ہے تدبیر کے ساتھ
دوڑ سکتا ہے کہاں تک کوئی تقدیر کے ساتھ

میری گردن میں تو اک طوق غلامی تھا مگر
تونے کیوں سر کو جھکایا بڑی توقیر کے ساتھ

میرے اڑنے کا ہنر بھی نہ میرے کام آیا
مجھ کو باندھا گیا کیوں وقت کی زنجیر کے ساتھ ؟

خون کا رنگ تو یکساں ہے صنم سب کا مگر
فرق آجاتا ہے ہر ایک میں تاثیر کے ساتھ

— — — — —

غزل

ملنے کا ایک بار ارادہ تو کر کے دیکھ
تو اپنے دل کو تھوڑا کشادہ تو کر کے دیکھ

تکریم حسن چاہیے تو مان میری بات
شرم و حیا کو اپنا لبادہ تو کر کے دیکھ

میں جانتی ہوں لوٹ کے انا محال ہے
لیکن ذرا سی دیر کو وعدہ تو کر کے دیکھ

اے چشم منتظر! تو ذرا دیر تو ٹھہر
بیتی رتوں کا پھر سے اعادہ تو کر کے دیکھ

خوشیوں کا ازدہام ترا بھی ہے منتظر
لیکن طریق زیست کو سادہ تو کر کے دیکھ

پھر دیکھ لینا خواب کسی انقلاب کے
چوب انا کو پہلے برا دہ تو کر کے دیکھ

☆☆☆☆

تمثیلہ لطیف

تعارف

اصلی نام تمثیلہ عظیم ہے۔تمثیلہ لطیف کے نام سے شاعری کرتی ہے۔راولپنڈی میں پانچ اکتوبر 1983 میں پیدا ہوئی۔شعری مجموعے ''کوئی ہم سفر نہیں ہے''، ''دشت میں دیپ جلے''، ''کیف غم''، ''سلوٹیں چادر کی''۔

غزل

زیست ہے برف کی مانند پگھل جائے گی
آرزو ریت ہے مٹھی سے نکل جائے گی

سب نے کردار نبھانے ہیں چلے جانا ہے
رفتہ رفتہ یہ کہانی بھی بدل جائے گی

آج جو فیصلہ کرنا ہو سمجھ کر کر لیں
بات کل آپ کے ہاتھوں سے نکل جائے گی

ایک مدت سے اسی آس میں بیٹھے ہوئے ہیں
یہ مصیبت کی گھڑی دیکھنا ٹل جائے گی

چڑھتے سورج پہ بھی دیکھا ہے زوال آتے ہوئے
یہ جوانی ہے بہت جلد ہی ڈھل جائے گی

زندگی تجھ پہ بھروسہ نہیں تمثیلہ کو اب
جلد ہی تو بھی مرے خواب کچل جائے گی

-

کسی میں خوئے وفا نہیں باقی
لب پہ حرف دعا نہیں باقی

کیا خطابت میں شعلگی آئے
عشق دو آتشہ نہیں باقی

ظلم ڈھانے سے ہو گیا تائب
اس میں بوئے جفا نہیں باقی

پھر وہ محبوب کیسے کہلائے
جس میں ناز و ادا نہیں باقی

پھیر لی میں نے جب نظر تجھ سے
اب ترا آئنہ نہیں باقی

تیرگی اس قدر مرے مولا
اب تو سایہ مرا نہیں باقی

زرد رت کا عذاب تو دیکھو
اک شجر بھی ہرا نہیں باقی

☆☆☆☆

تنویر انجم

تعارف

تنویر انجم میں کراچی میں پیدا ہوئیں۔کراچی میں مقیم ہیں۔

ان دیکھی لہریں، سفر اور قید میں نظمیں، طوفانی بارشوں میں رقصاں ستارے، زندگی میرے پیروں سے لپٹ جائے گی، نئے نام کی محبت، حاشیوں میں رنگ اور فریم سے باہر۔ان کی غزلوں کا ایک مجموعہ سرو برگ آرزو میں شائع ہوا۔ان کی منتخب نظموں کا ایک مجموعہ انگریزی تراجم کے ساتھ میں منظر عام پر آیا۔

غزل

سورج سارا شہر ڈراتا رہتا ہے
پتھریلی سڑکوں پہ دریا پیاسا ہے

نیند ہماری بھیڑ میں ہنستی رہتی ہے
جنگل اپنی خاموشی میں الجھا ہے

دھرتی اور آکاش کی دنیا میں جیون
دو طوفانوں میں قیدی کشتی سا ہے

ہوا پرندوں کو لے کر کس دیس گئی
میدانوں میں پیڑوں کا سناٹا ہے

راتوں کی سرگوشی بنتی ہوں انجم
خوابوں میں بادل سا اڑتا رہتا ہے

— — —

میں اپنی نظمیں واپس لینے کو تیار ہوں

میری نظموں نے
کچھ لوگوں سے لاپروائی برتی ہے
میری نظموں نے
کچھ لوگوں کو اذیت پہنچائی ہے
میری نظموں نے

کچھ لوگوں کو مار ڈالا ہے
میں اپنی ساری نظمیں واپس لینے کو تیار ہوں
مجھے سب لوگوں سے معافی چاہیئے
تاکہ میں برداشت کرسکوں
دنیا کی لاپروائی
اذیت سے تڑپتا ہوا دل
اور اپنی موت

☆☆☆☆

تمثیل حفصہ

تعارف

تمثیل حفصہ اکیس اگست کو لورالائی میں پیدا ہوئی۔ کوئٹہ میں مقیم ہیں۔ ان کے والد پروفیسر گوہر ہیں۔ ان کے بھائی دانیال طریر، ان کی بہن انجیل صحیفہ شاعر ہیں۔

غزل

خواب ٹوٹے تو مری پلکوں پہ آئے سائے
کس طرح آج مری آنکھوں میں چھائے سائے

اس نے جو بات کی وہ میری تھی یا میری نہیں
اس کی آنکھوں میں مرے تھے نہ پرائے سائے

مجھ کو تنہائی کی آغوش میں ڈر لگتا ہے
جیسے بیٹھے ہوں مرے پاس میں سائے سائے

شام ڈھلتے ہی جلے آنکھوں میں جگنو آنسو
اور زلفوں میں کہیں میں نے چھپائے سائے

اس کے ہاتھوں میں دھنک رنگ تھے ظاہر ایسے
جس نے آکاش کے پردے میں بنائے سائے

میں بھی اک روز بدل جاں گی تمثیل مگر
میری قسمت میں کبھی کوئی نہ لائے سائے

رات صدائیں چپ ہوں گی تو تیرا رستہ دیکھوں گی
چپکے چپکے خواب آنکھوں میں تیرا چہرہ ڈھونڈوں گی

بادل، بارش، رنگ میں ڈھل کر جب تجھ کو یوں تکتے ہیں
قطرہ قطرہ بہہ کر تجھ کو، لمحہ لمحہ سوچوں گی

سات زمانے تجھ سے بچھڑ کر جب تجھ کو یوں تکتے ہیں
تیری ساری آہیں اپنے دل میں چھپا کر رکھوں گی

صبح کا وقت ہو، شام ہو یا پھر رات گھنی دیواروں پر
پتھر پتھر روند کے تجھ تک نیند نگر میں پہنچوں گی

دھوپ کا موسم کرب سے تڑپا خالی گلیوں میں
پیلا سورج ڈوبے گا تو پھر میں تجھ کو مانگوں گی

☆☆☆☆

ثروت سلطانہ ثروت

تعارف

ثروت سلطانہ ثروت دسمبر 1952 میں بھوپال میں پیدا ہوئی کراچی یونیورسٹی سے ایم اے اردو کیا۔تدریس کے شعبے سے وابستہ رہی۔کراچی میں مقیم ہیں۔ان کے تین شعری مجموعے ''سوچ کا سفر''، ''سمندر نگاہ میں''، ''طاقوں میں خواب'' آ چکے ہیں۔ ان کی نظموں کا مجموعہ'' طاقوں میں پڑے خواب'' 1997ء میں شائع ہوا انہوں نے 2009ء میں کہاوتوں کی ڈکشنری کے نام سے کتاب ترتیب دی۔

ہائیکو

بچے پاگل ہیں
کہنا کس کا مانیں گے
اڑتے بادل ہیں

☆☆☆

ہم گئے تھے انکے آنسو پونچھنے
آنکھ میں دریا لیے لوٹ آئے ہیں

ثروت زہرا

تعارف

ثروت زہرا پیشے سے ڈاکٹر ہیں۔ آپ امریکہ میں مقیم ہیں۔ ثروت زہرا پانچ مئی 1972ء کو سندھ میں پیدا ہوئیں آپ کی شاعری کے دو مجموعے ''جلتی ہوا کا گیت'' اور ''وقت کی قید'' شائع ہو چکے ہیں ان کی شاعری کا تیسرا مجموعہ '' کتنے یگ بیت گئے'' کے نام سے شائع ہوا ہے آپ مزاحمتی نظموں کے لیے مشہور ہیں۔

حیرت کدہ

گریباں سے پہلے یہ گردن
تو گردن سے پہلے؟
یہ مہروں کی خود پر چڑھائی
قلم روشنائی سے پہلے یہ انگلی
تو انگلی سے پہلے رگوں کی ترائی
صدا سے پہلے دہن، یہ زباں

اوران سے بھی پہلے۔۔

یہ عصبی کڑھائی

تماشے سے پہلے یہ پتلی

سفیدی کی عریاں طنابیں

تواس سے بھی پہلے

اندھیری لکیروں کی کھائی

سفر

تجھ سے پہلے قدم

اوراس سے بھی پہلے

ارادوں کی ہیئت کذائی

مِرے دل میں تو، تیری خواہش

تری خواہشوں سے بھی پہلے

گپھاں کا باسی تنفس

مِرے جینیاتی نظاموں کی پہلی لکھائی

تو پہلے سے

، پہلے سے

پہلے کی کیسی جدائی تھی

ثریا حیا

تعارف

ثریا حیا چھبیس جون 1946ء میں دہلی میں پیدا ہوئی۔ والد محمد کامل دہلوی، تایا اخلاق دہلوی کے اثرات نے ثریا کو بچپن سے ادب سے جوڑ دیا، ثریا کا ڈپٹی نذیر احمد کے خانوادے سے تعلق ہے۔ آپ نے 1967ء میں سیاسیات میں کراچی یونی ورسٹی سے ایم اے کیا۔

تعلیمی سفر کے دوران ہی ادبی سرگرمیوں میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ ایک مجموعہ کلام ''کشتِ جاں'' شائع ہو چکا ہے۔ ایک کتاب ادب اطفال کے تحت ایک محاورہ ایک کہانی ایک اکیڈمک کتاب خزین اردو جو پاکستان کے مختلف اسکولوں میں رائج ہے بے شمار اخبارات و جرائد میں کلام چھپتا رہا۔ جنگ۔۔اخبارِ جہاں۔اخبارِ خواتین۔۔نیرنگِ خیال۔۔تخلیق۔۔جائزہ۔۔نگار۔الفتح۔۔لیل و نہار۔۔سویرا وغیرہ۔ حال ہی میں ان کا شعری مجموعہ ''کشت جاں'' کے نام سے آیا۔

غزل

اگر چاہو تو دکھ کے کارواں رک جائیں گے
سنگ برساتے ہوئے کچھ مہرباں رک جائیں گے

آخری موسم کی بارش بھی لہو برسا گئی
ہم یہ سمجھے تھے کہ اب اشکِ رواں رک جائیں گے۔

موجِ طوفاں سے نکل جائے اگر کشتی حیا
جو ہوا کی زد پہ ہیں وہ بادباں رک جائیں گے

- - - - - - - - - -

اشعار

مصور ہوں شاعر ہوں نقاش ہوں
اپنے ماحول کی، اپنے اطراف کی

- - - - - - - - - -

ایک جانب ہیں دولت کی گلکاریاں
دوسری سمت افلاس کے ہیں نشاں
اک طرف اونچے محلوں کا ہے سلسلہ
اک طرف بند گلیوں میں ٹوٹے مکاں

- - - - - - - - - - - -

ثریا زیبا

تعارف

ثریا زیبا 11 جولائی 1936ء کو لاہور میں پیدا ہوئیں۔ان کے اباؤ اجداد کابل سے آئے تھے۔ ثریا کے والد ڈاکٹر اکرم خان ادب کے دلدادہ تھے۔ ثریا کا شعری مجموعہ ''نم مژگاں'' کے نام سے شائع ہوا۔اپنے ترنم کے مشہور تھی۔چھوٹی بحر کی غزلوں میں انہیں کمال حاصل تھا۔

کلام

آشیانے کی بات کرتے ہو
کس زمانے کی بات کرتے ہو

وعدہ پھر کر رہے ہو آنے کا
پھر بنانے کی بات کرتے ہو

ہم تو کرتے ہیں یاد شام وسحر
تم بلانے کی بات کرتے ہو

کون کرتا ہے غمزدوں کا خیال
کس کے آنے کی بات کرتے ہو

ہم کو نسبت ہے صرف ایک تم سے
تم زمانے کی بات کرتے ہو

آج زیبا کو بے وفا کہہ کر
آزمانے کی بات کرتے ہو

☆☆☆☆

ثمر بانو ہاشمی

تعارف

ثمر بانو کرنال میں 1935ء میں پیدا ہوئی۔ ان کے والد ڈاکٹر محمد عالم ہاشمی خود شاعر تھے اور ان کے جدِ امجد بھی شعر کہتے تھے اور سلیس تخلص کرتے تھے۔ تقسیم ہندوستان کے بعد ملتان میں سکونت اختیار کی شعری مجموعہ ''صرف خواب میرے ہیں'' 1997ء میں آیا۔ ثمر نے فارسی اور اردو میں ایم اے کیا آپ ناول نگار اور افسانہ نگار بھی تھیں۔ آپ نے ملتان میں ادبی بزم ''حریم فن'' کا آغاز کیا۔ عاصم کرنالی آپ کے شوہر تھے فروری 2012ء کو ثمر ہاشمی نے وفات پائی۔

کلام

یوں تو ہر لحظہ مروت تھی پذیرائی تھی
پر عجب بات کہ دل کی وہی تنہائی تھی

- - - - - - - - -

بچوں کو اس نے چھین لیا ماں کی گود سے
وہ جس نے ٹہنیوں سے پرندے اڑا دیے

ثمینہ راجا

ثمینہ راجہ 11 ستمبر 1961ء میں پیدا ہوئیں۔آپ پاکستان کی نامور شاعرہ ایڈیٹر مترجم اور ماہر تعلیم تھی آپ بہاولپور میں پیدا ہوئی۔1992ء میں ان کا پہلا شعری مجموعہ ''ہویدا'' کے نام سے شائع ہوا اس کے بعد ان کے مزید 11 مجموعے آئے۔جن کے نام شہر صبا ،اور وصال ،خوابنائے، باغ شب ،باز دید ،دل لیلی اور عشق آباد،ہجر نامہ ہیں۔ ان کی شاعری دو کلیات کی صورت میں بھی شائع ہو چکی ہے۔ انہوں نے ایم اے اردو پنجاب یونیورسٹی سے کیا۔ثمینہ راجہ 30 اکتوبر 2012 کو اسلام اباد میں انتقال کر گئی۔

غزل

شاعری جھوٹ سہی عشق فسانہ ہی سہی
زندہ رہنے کے لیے کوئی بہانہ ہی سہی

خاک کی لوح پہ لکھا تو گیا نام مرا
اصل مقصود ترا مجھ کو مٹانا ہی سہی

خواب عریاں تو اس طرح تروتازہ ہے
ہاں میری نیند کا ملبوس پرانا ہی سہی

ایک اڑتے ہوئے سیارے کے پیچھے پیچھ
ے کوئی امکان کوئی شوق روانہ ہی سہی

کیا کریں آنکھ اگر اس سے سوا چاہتی ہے
یہ جہان گزراں آئینہ خانہ ہی سہی

دل کا فرما ں سردست اٹھا رکھتے ہیں
خیر کچھ روز کو تکمیل زمانہ ہی سہی

ہم کسی چشم فسوں ساز میں رکھے ہوئے ہیں
خواب ہیں خواب کے انداز میں رکھے ہوئے ہیں

تاب انجام محبت کی بھلا کیا لاتے

ناتواں دل وہیں آغاز میں رکھے ہوئے ہیں

جلتے جائیں گے ابھی اور چراغوں سے چراغ
جب تدی انجمن ناز میں رکھے ہوئے ہیں

اے ہوا اور خزاں کے علاوہ کیا ہے
وسوسے کیوں تیری آواز میں رکھے ہوئے ہیں

ایک ستارے کو تو میں صبح تلک لے ائی
بیشتر رات کے میں رکھے ہوئے ہیں

کٹ گئے وہ پر تو ہواں میں کہیں اڑ بھی گئے
دل یہیں حسرت پرواز میں رکھے ہوئے ہیں

زندگی آج طلبگار ہے کچھ لمحوں کی
جو کسی چشم پر اعجاز میں رکھے ہوئے ہیں

ثمینہ رحمت منال

تعارف

ثمینہ رحمت منال نو جنوری 1976ء کو کمالیہ میں پیدا ہوئیں آپ اس وقت برطانیہ میں مقیم ہیں۔ آپ افسانہ نگار اور شاعرہ ہیں ثمینہ نے کنیرڈ کالج لاہور سے اکنامکس میں بی ایس سی کیا۔ اور ایل ایل بی لندن انگلینڈ سے کیا۔ ان کا پہلا شعری مجموعہ ''گل بلوئی'' 2012 میں شائع ہوا۔ ثمینہ رحمت منال کا دوسرا شعری مجموعہ ''اور کیا چاہیے'' مارچ 2022 میں شائع ہوا۔

غزل

اپنے سر الزام سارے دھر چلے
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

میرے جیون کا تماشہ دیکھ کر
لوگ سارے اپنے اپنے گھر چلے

سر کے بل چلتے ہیں جس رہ پر سبھی
ہم ہتھیلی پر یہ سر رکھ کر چلے

اب کے شاید تم کو خوشیاں ہو نصیب
رنگ ہم تصویر میں سب بھر چلے

اپنی نسلوں کو بچانے کے لیے
ایک مادہ لے کے سارے نر چلے

اپنے تن پر اوڑھ کے میلا کفن
ہم تمہارے نام سب کچھ کر چلے

اب تو اپنا پیٹ پورا بھر گیا
گھاس اپنے حصے کی ہم چر چلے

ہجر کے مارے تھے خالی ہاتھ سب
سو وہ لے کر اپنے ڈر چلے

سب خزانہ ملک کا خالی ہوا
اپنی اپنی جیبیں سارے بھر چلے

پیار الفت اور محبت چھوڑ کر
ہر جگہ ہر موڑ پہ اب زر چلے

جب میں تھک کے مقبرے میں سو گئی
پھر وہاں نیکی چلے نہ شر چلے

جس جگہ چلتی تھی ٹھنڈی سی ہوا
اب وہاں ہر موڑ پہ صر صر چلے

سب سے اونچی تھی یہاں تیری انا

اور ہم یہ چوٹی بھی سر کر چلے

روح پیاسی رہ نہ جائے دوستو
آنکھوں کے سب اشک ہم پی کر چلے

- - - - - - - - - - -

چہروں پہ لکھے لوگوں کے صدمے پڑھا کرو
قبروں پہ لکھے مردوں کے کتبے پڑھا کرو

رکھتے ہیں کیا وہ بستوں میں بستے پڑھا کرو
لکھتے ہیں کیا وہ پرچوں میں پرچے پڑھا کرو

دکھ دینے کا جو سوچو کسی بھی عزیز کو
تو پھر قریب سے سبھی رشتے پڑھا کرو

یہ نہ سنو کہ کیا کیا وہ کہتے رہے تمہیں
جو ہو سکے تو لوگوں کے لہجے پڑھا کرو

ثمینہ رئیس نشیب

ثمینہ رئیس نشیب 25 اگست 1963ء کو فیصل آباد میں پیدا ہوئی۔ آپ نے ایم اے ہسٹری اور ایم اے اردو کیا ہے۔ آپ تدریس کے شعبے سے وابستہ ہیں۔ آپ کے دو شعری مجموعے ''محراب میں چاند'' ، ''پھول آنگن میں کھلے گے'' کے نام سے آئے ہیں۔ آپ نے شاعری کا آغاز 1980ء میں کیا۔

غزل

اپنے خوابوں کی وضاحت نہیں کرنی آتی
یعنی تقسیم یہ وحشت نہیں کرنی آتی

یوں مسلسل جو سکھا گے تو آجائے گی
اسے اے زمانے مجھے نفرت نہیں کرنی آتی

اس کے دل میں کبھی اترا ہی نہیں درد میرا
میرے غم میں اسے شرکت نہیں کرنی آتی

دل نے چاہا ہے اسے آخری حد تک لیکن
اس کو تھوڑی سی محبت نہیں کرنی آتی

اس زمین میں ہی جڑیں پھیل چکی ہیں میری
یوں نہ سمجھو مجھے ہجرت نہیں کرنی آتی

جس کے دربار میں شنوائی نہیں ہے میری
اسے دل پر بھی حکومت نہیں کرنی آتی

وہ کسی اور کی تکریم نہیں کر سکتا جس کو
خود اپنی بھی عزت نہیں کرنی آتی

میری نسبت ہے نشیب ایسے قبیلے سے جسے
ظلم کے ہاتھ پہ بیت نہیں کرنی آتی

- - - - - - - - - -

تمہارے پاس یہ مسکان بھی ادھار کی ہے
میرے تو پاس اداسی کا ایک خزانہ ہے

☆☆☆☆

ثمینہ گل

ثمینہ گل کا اصل نام ثمینہ شمشاد ہے - ثمینہ گل 25 دسمبر 1965ء کو علی پور مظفر گڑھ میں پیدا ہوئیں۔ابتدائی تعلیم بھکر سے حاصل کی۔پھر سرگودھا آ گئی ۔ایم اے اردو ، ایم فل اردو ،سرگودھا یونیورسٹی سے کیا۔پی ایچ ڈی اردو نادرن یونیورسٹی نوشہرہ سے کی۔ تین شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

ان کی نظموں کا مجموعہ ''زمین کا مذہب'' کے نام سے آیا۔ان کا تیسرا شعری مجموعہ ''دیدم'' کے نام سے آیا اس کے علاوہ ان کا ایک مجموعہ محبت آنکھ رکھتی ہے۔کے نام سے بھی آیا ہے۔

غزل

اجڑے ہوئے دیار کو گلشن جمال کر
میرے چمن کے پھول کو تو لازوال کر

پھر سے متاع چین و خوشی کو بحال کر
اے صاحب کمال تو ایسا کمال کر

تاریک راستوں میں کوئی تو چراغ ہو
تیرہ شبی میں کوئی تو روشن مثال کر

جنگل سا اگ رہا ہے ہمارے وجود میں
اے خانہ خراب دل کچھ تو خیال کر

کیسی وبا کا وائرس مجھ کو جلا گیا
خوشبوکو باندھ پیر سے نس نس دھمال کر

بکھرے ہوئے ہیں ساتھ رنگ بھیگی زمین پر
دیکھا ہے آسمان نے کس کو اچھال کر

کیسے کہوں کہ عمر کا ساتھ دے دیا
چلتا بنا وہ بیچ سے رستہ نکال کر

کھولی جو اک کتاب تو اک پھول گر پڑا
رکھا ہوا تھا یاد کو تیری سنبھال کر

دیتے نہیں ہر ایک کو خیرات حسن کی
کچھ سوچ کے دراز تو دست سوال کر

- - - - - - - - - -

ایسے خود پر یہاں خدائی کی
دل کی دیکھی نہ ہی سنائی کی

بے قراری سے دل کو ہونے لگی
جانے کس نے کہا رسائی کی

وہی صدرنگ ہے جزیرہ نما
میرے خوابوں کی کیوں رہائی کی

تہمتیں دوسروں پہ دھرتے ہیں
بات کرتے ہیں پارسائی کی

میری آنکھوں کے جل پڑے تھے دیے
آنسوؤں نے یوں جگ ہنسائی کی

آج دامن میں پھول ڈالے تھ
ے جیسے گلشن کی پھر گدائی کی

☆☆☆☆

جینا قریشی

جینا قریشی تیرہ جون 1974ء کو اسلام آباد میں پیدا ہوئی۔ آپ 2015ء میں ادبی منظر نامے کا حصہ بنی۔ اسلام آباد میں مقیم ہیں۔

کلام

عشق محبت گھاؤ صاحب
دل میں ایک الاؤ صاحب

پہلے مجھ کو نیندیں سونپو
اور پھر خواب جگاؤ صاحب

من کے کالے جنگل بیلے
عشق کی شمع لاؤ صاحب

بھٹی میں اب ڈال دو جیون
سانسیں اور پکاؤ صاحب

من کا پیتل سونا کر دو
ھو کی آنچ بڑھاؤ صاحب

نیم شبی کے سناٹے میں
روٹھا یار مناؤ صاحب

عشق جنوں ہے کھیل نہیں
پھر سوچ سمجھ کر آؤ صاحب

نیند سے جاگی آنکھوں کو اب
ایک دیا کر جاؤ صاحب

خواب نگر میں ملنے آ
چاند سا مکھ دکھلاؤ صاحب

تن من میں اک جوت جگاو
اور اک لمس بڑھاؤ صاحب

مانا عشق میں رسوائی ہے
ماتھے داغ لگاؤ صاحب

ہجر سے سارا وصل نکالو
کن کی بات سناؤ صاحب

راہیں کوئی تکتا ہو گا
شام ہوئی گھر جاؤ صاحب

☆☆☆☆

جیا قریشی

تعارف

جیا قریشی تین جنوری 1965ء راولپنڈی میں پیدا ہوئی۔آپ کا اصل نام حمیدہ پروین ہے۔اور قلمی نام جیا قریشی ہے۔آپ کی تعلیم بی ایس سی۔بی ایڈ ہے۔پیشہ تدریس سے وابستہ ہیں۔دو شعری مجموعے ''مجھے بھی سانس لینے دو''، ''مجموعہ غزلیات'' ہے اور ''انوارِ آگہی'' مجموعہ نعت ہے۔

غزل

نسخۂ درد کی تالیف نہیں ہوسکتی
ہائے اس باب میں تخفیف نہیں ہوسکتی

عدل و انصاف مرا دِیں ہے لہٰذا مجھ سے
منظرِ ظلم کی تعریف نہیں ہوسکتی

نفرتوں میں کبھی ترمیم تو ہوسکتی ہے
الفتوں میں کبھی تحریف نہیں ہوسکتی

رہنے دیجیے یہ وفا ، آپ کو معلوم تو ہے
اس قدر آپ سے تکلیف نہیں ہوسکتی

کیوں بھلا آپ جنوں وقفِ قلم کرتے ہیں؟
یہ کتاب آپ سے تصنیف نہیں ہوسکتی

ہائے وہ لفظ خزانے جو لٹائے تم پر
اب کسی اور کی توصیف نہیں ہو سکتی

غزل

گلی گلی کی یہ شورش،ڈگر ڈگر کا فساد
رکے گا کیسے خدایا مرے نگر کا فساد

اے میری منزلِ گم گشتہ! کچھ خبر بھی ہے ؟
مجھے تو مار ہی ڈالے گا رہ گزر کا فساد

نہ جانے کون سی افواہ سر پٹکتی ہے
نہ جانے شہر میں برپا ہے کس خبر کا فساد

نظر ملانے سے پہلے کہاں خبر تھی ہمیں
ہمارے ہوش اڑا دے گا اس نظر کا فساد

ہمارے دل میں قیامت جگائے دیتا ہے
تمھارے عذر،تمھاری اگر مگر کا فساد

ہماری آنکھ نے دیکھا تو بس یہی دیکھا
کبھی طویل شبوں کا ، کبھی سحر کا فساد

☆☆☆☆

حسنہ زیدی

حسنہ زیدی 1949ء میں لکھنو میں پیدا ہوئیں۔ان کے والد سید بن حیدر زیدی ریلوے میں افسر تھے۔تقسیم کے بعد خاندان کے ساتھ راول پنڈی آ گئی۔حسنہ نے کراچی یونیورسٹی سے بی اے کیا اور پھر پاکستان ٹیلی ویژن کارپوریشن میں ملازمت کی۔

کلام

ایک مسافر جو لٹ گیا تنہا
اس کا بیکار اتنا چرچا ہے

بحر ظلمت میں تیرنا سیکھو
وقت چڑھتا اترتا دریا ہے

اب کچھ اس طرح بہار آئی
پتے پتے کا رنگ پھیکا ہے

جس کو دستک سمجھ لیا حسنہ
بے خبر وہ ہوا کا دھوکہ ہے

- - - - - - - - - - - -

تیزی بڑھی جو دھوپ کی ، چہرے نکھر گئے
کندن بنے جو آتش غم میں سدا جلے

- - - - - - - - - - - -

سمجھا نہ کوئی مقصد تخلیق کائنات
گو عقدہ حیات تھا یکسر کھلا ہوا
ان کے لبوں پہ میری وفا کا تذکرہ
یا رب یہ انقلاب سا کیوں کر برپا ہوا

☆☆☆☆

حمیدہ شاہین

تعارف

حمیدہ شاہین سرگودھا، پنجاب، پاکستان میں پیدا ہوئیں۔ انہوں نے یونیورسٹی آف پنجاب، لاہور، پاکستان سے ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی۔ وہ پنجاب ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ میں شامل ہو گئیں۔ حمیدہ شاہین ریٹائرڈ پروفیسر ہیں۔حمیدہ شاہین صاحبہ کے اب تک 3 شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں جن میں، ''دستک'' ، ''دشت وجود'' اور ''زندہ ہوں'' شامل ہیں۔ لاہور میں مقیم ہیں آپ کے شوہر بھی شاعر محقق اور استاد ہیں۔

غزل

کھیل میں کچھ تو گڑ بڑ تھی جو آدھے ہو کر ہارے لوگ
آدھے لوگ نِری مٹی تھے ، آدھے چاند ستارے لوگ

اس ترتیب میں کوئی جانی بوجھی بے ترتیبی تھی
آدھے ایک کنارے پر تھے ، آدھے ایک کنارے لوگ

اس کے نظم و ضبط سے باہر ہونا کیسے ممکن تھا
آدھے اس نے ساتھ ملائے ، آدھے اس نے مارے لوگ

آج ہماری ہار سمجھ میں آنے والی بات نہیں
اس کے پورے لشکر میں تھے آدھے آج ہمارے لوگ

کس کے ساتھ ہماری یک جانی کا منظر بن پاتا
آدھے جان کے دشمن تھے اور آدھے جان سے پیارے لوگ

ان پر خواب ہوا اور پانی کی تبدیلی لازم ہے
آدھے پھیکے بے رس ہو گئے ، آدھے زہر تمہارے لوگ

آدھی رات ہوئی تو غم نے چپکے سے در کھول دیے
آدھوں نے تو آنکھ نہ کھولی آدھے آج گزارے لوگ

آدھوں آدھ کٹی یک جائی ، پھر دوجوں نے بیچوں بیچ
آدھے پاں کے نیچے رکھے ، آدھے سر سے وارے لوگ

ایسا بندو بست ہمارے حق میں کیسا رہنا تھا
ہلکے ہلکے چن کر اس نے آدھے پار اتارے لوگ

کچھ لوگوں پر شیشے کے اس جانب ہونا واجب تھا
دھار پہ چلتے چلتے ہو گئے آدھے آدھے سارے لوگ

- - - - - - - - -

شب و روز ہے جو ہما ہمی مِرے چار سو
یہ عروج پر ہے کوئی کمی مِرے چار سو

کوئی میری آب و ہوا میں رہتا تو جانتا
کہ یونہی تو برف نہیں جمی مِرے چار سو

صفِ حاسداں سے جو تیر آیا ، پھسل گیا
کوئی چیز ایسی ہے ریشمی مِرے چار سو

مِرے چار سو جو حصار ہے، ترا فیض ہے
تِری نسبتوں سے خوشی غمی مِرے چار سو

تِری چاکری میں قطار بند ہے زندگی
تِرے حکم سے یہ امی جمی مِرے چار سو

مِرے تار اپنے مدارِ نور میں جوڑ دے
تِری روشنی رہے دائمی مِرے چار سو

مِری کیا خطا کہ سخن میں رنگ ہے بین سا
کہ فضائے دہر ہے ماتمی مِرے چار سو

اسی چشمِ گریہ کناں سے ہوں میں ہری بھری
کہ بحال رکھی گئی نمی مِرے چار سو

مِرے دکھ اڑائے چلی نجانے کہاں کہاں
یہ ہوا چلی ہے جو پچھمی مِرے چار سو

تِرے نام کی گھنی چھاں سے ہوئی بے اثر
کڑی دھوپ جیسی یہ برہمی مِرے چار سو

☆☆☆☆

حمیدہ کشش

تعارف

حمیدہ کشش کا تعلق کراچی سے تھا۔حمیدہ شاعرہ،نثر نگار اور افسانہ نگار تھیں ۔حمیدہ کشش کی ترتیب وپیش کش میں ایک غزل کا انتخاب ''کراچی کے پانچ منفرد غزل گو'' کے نام سے شائع ہوا،جس میں پانچ شاعروں کی 100 غزلوں کو شامل اشاعت کیا گیا۔ان کا ایک مجموعہ کلام ''محبت آ گہی'' ہے جو 2019ء میں آیا - مجموعی طور پر ان کی تصنیفات کی تعداد دس ہے ۔انیس فروری 2026ء کوٹریفک حادثے میں آپ کراچی میں وفات پا گئیں۔

کلام

مجھے جب بھی مدینے کی فضائیں یاد آتی ہیں
دلِ مجبور کی ساری دعائیں یاد آتی ہیں

نجانے کیوں مجھے یہ نفسا نفسی دیکھ کر اکثر
سبھی اصحابِ آقاؐ کی وفائیں یاد آتی ہیں

زیارت کی تمنا ھے مرے دل میں ہمیشہ سے
قدم اٹھتے نہیں ، جب بھی خطائیں یاد آتی ہیں

شفائیں ہی شفائیں ہیں سنا ھے پاک زم زم میں
مریضِ عشق کی خاطر شفائیں یاد آتی ہیں

نبی کی خاکِ پا ، خاکِ شفا کا درجہ رکھتی ھے
مجھے روحانیت کی وہ دوائیں یاد آتی ہیں

مرے آقاؐ تو سن لیتے ہیں خاموشی کی آوازیں
کبھی جو دل نے کی تھیں التجائیں یاد آتی ہیں

سنا ھے نور کی بارش برستی ھے مدینے میں
حمیدہ کو وہ رحمت کی گھٹائیں یاد آتی ہیں

☆☆☆☆

حمیدہ معین رضوی

حمیدہ معین رضوی کا اصل نام سیدہ زینت القمر ہے۔حمیدہ، قلمی نام حمیدہ معین رضوی قلمی نام ہے۔ پیدائش 23 دسمبر 1943ء میں، آگرہ ہمیں پیدا ہوئی۔ والد سید القمر سے دینی تعلیم حاصل کی ایم اے اردو، ایم اے انگریزی سیالکوٹ سے کیا۔ پوسٹ گریجویٹ ایجوکیشن لندن سے کیا۔اب انگلینڈ میں رہتی ہیں، درس و تدریس سے وابستہ ہیں۔شاعر اور افسانہ نگار ہیں، کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ماہنامہ ''شاعر'' بمبئی نے 2009ء مارچ میں ان کی فن و شخصیت خصوصی شمارہ پیش کیا تھا۔

ان کا مجموعہ کلام ''شیش محل'' 1998ء میں چھپا۔

غزل

اس ترک تعلق کا عجب مجھ پر اثر تھا
خود ہی وہ جلا ڈالا جو یادوں کا شجر تھا

صحرا میں گلابوں کو اگانے کی تمنا
یہ خواب انوکھا سا مرے پیش نظر تھا

باقی رہا کانٹوں میں لہو ہونے کے با وصف
خودداری کا احساس مرا کیسا نڈر تھا

وہ میری دریدوں میں بھی موجود رہا ہے
میں کیسے بھلا دیتی نہیں اس سے مفر تھا

جن کرچیوں سے میرا بدن آج لہو ہے
وہ ٹوٹ کے بکھرا مرا ہی شیش نگر تھا

لائق ہی نہ تھا کوئی مکیں دل میں جو رہتا تھا
ورنہ یہ کشادہ تو بہت رہنے کو گھر تھا

وہ لوٹ کے اک دن جو پشیماں چلا آیا
میرے ہی وہ جذبوں کی صداقت کا سحر تھا

دل دھڑکا قدم ٹھٹھکے پلٹ کر ہوا معلوم
جس نے یہ صدا دی تھی ترا راہ گزر تھا

اک اندھا ارادہ لیے جاتا ہے کسی سمت
جب ٹھہرے تو دیکھا نہ سفر تھا نہ حضر تھا

اس لذت تخلیق کی کاوش میں پھنسا جو نکلا
نہ کبھی اس سے یہ ایسا ہی بھنور تھا

منزل نہ تھی کوئی نہ ہی رستہ نظر آتا
یہ سب اسی تفریق و تعصب کا ثمر تھا

☆☆☆☆

حمیرا رحمان

تعارف

حمیرا رحمان 24 نومبر 1957ء کو پاکستان میں پیدا ہوئیں۔ حمیرا رحمان پہلے ریڈیو ملتان، پاکستان سے منسلک تھیں بعد میں بی بی سی میں کام کیا۔ اب نیویارک میں مقیم ہیں، نیویارک یونیورسٹی میں، اردو بیرونی زبان کے طور پر پڑھاتی ہیں۔ امریکہ کی پاکستانی مہاجر کمیونٹی میں کافی فعال ہیں۔ ان کے دو شعری مجموعے ''انتساب'' اور ''اندمال'' شائع ہو چکے ہیں۔

کلام

گر اس سے ربط مرا صرف اختلافی تھا
تو اس کا ردِعمل قابلِ معافی تھا

محبتوں میں مفادات کون یاد رکھے
سو ہم کو اپنے لیے ایک نام کافی تھا

چراغ جب بھی جلایا کوئی، تو گل نہ کیا
یہ روشنی کی روایات کے منافی تھا

اسے خیال تھا میری شکستہ پائی کا
یہ جاننا بھی تو اس زخم کی تلافی تھا

حمیرا عمر گزاری تو اعتبار آیا
کہ اس مکان کا سامان سب اضافی تھا

- - - - - - - - - -

دیواریں خاموش ہیں سایہ بول رہا ہے
اس سے میرا چھپ کے ملنے کا رشتہ ہے

بینائی بے منظر ہو تو چبھنے لگے گی
موسم کا احساس تو رنگوں سے ہوتا ہے

لفظوں کی آنکھیں ان کو ڈھونڈا کرتی ہیں
جن ہونٹوں سے بات کا رشتہ ٹوٹ گیا ہے

اپنے ہر اظہار کی خوشبو واپس لے کر
میں نے تجھے تیرا اپنا پن لوٹایا ہے

لمحوں کا خوددار ہرن چاہت کی خاطر
کھلی فضا کی وسعت پیچھے چھوڑ چکا ہے

ایک نئے آغاز کی دھن میں کوئی مسافر
خود اپنے ہی گھر کا رستہ بھول گیا ہے

جانی پہچانی آنکھوں میں گمنامی ہے
شہرت کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے

☆☆☆☆

حمیرا راحت

تعارف

حمیرا راحت جولائی میں رحیم یار خان میں پیدا ہوئی۔ اردو ادب میں ایم۔اے کیا۔ 2007 میں پہلی کتاب ''آنچل میں اداسی''، 2009 میں ''تحیرِ عشق'' اور 2015 میں ایک نعتیہ مجموعہ شائع ہوا۔

کلام

کسی بھی رائیگانی سے بڑا ہے
یہ دکھ تو زندگانی سے بڑا ہے

نہ ہم سے عشق کا مفہوم پوچھو
یہ لفظ اپنے معانی سے بڑا ہے

ہماری آنکھ کا یہ ایک آنسو
تمہاری راجدھانی سے بڑا ہے

گزر جائے گی ساری رات اس میں
مرا قصہ کہانی سے بڑا ہے

ترا خاموش سا اظہار راحت
کسی کی لن ترانی سے بڑا ہے

- - - - - - - - - - - -

غزل

نہ قفس تھا اور نہ آشیاں، سو عجب سی دربدری رہی
نہ کسی نے پرسشِ حال کی نہ کسی کی چارہ گری رہی

بڑی مدتوں سے بجھے ہوئے ہیں چراغ سارے خیال کے
نہ خرد کی بازی گری رہی، نہ جنوں کی فتنہ گری رہی

تھی بہار میرے قریب ہی، مگر اس کو کیسے پکارتی
میں نصیب سے تھی تمام عمر ڈری، سو اب بھی ڈری رہی

کسی عکس میں اسے ڈھالتے کبھی آئینے سے نکالتے
یہی آرزو تھی جو عمر بھر مرے طاقِ دل میں دھری رہی

جو سزا لکھی وہ عطا بنی، جو عطا کیا ،وہ سزا لگا
مرے محتسب !تری منصفی کی عجب یہ کاری گری رہی

’’ترے عشق نے، ترے خواب نے، مجھے اپنی سمت بلا لیا
کہ کتاب، عقل کی طاق میں جو دھری تھی سو دھری رہی‘‘

☆☆☆☆

حیا زہرا

حیا زہرا کا تعلق بہاولپور سے ہے کراچی میں مقیم ہیں۔ بارہ جولائی 1994ء کو پیدا ہوئی۔ کراچی یونیورسٹی سے گریجویشن کی ہے۔

غزل

ذہن و دل میں شدید الجھن ہے
اس پہ جینا مزید الجھن ہے

غم میں تہوار تو منا لوں مگر
کالے کپڑوں میں عید الجھن ہے

ہنس کے کہنا، خوشی کے آنسوں ہیں
کیسی دامن درید الجھن ہے

مسئلہ آپ سے نہیں مرشد
آپ کا اک مرید الجھن ہے

لوگ سارے اداس پھرتے ہیں
یار کیسی جدید الجھن ہے

کیوں محبت میں پڑ رہی ہے حیا
تو اسے مت خرید، الجھن ہے

- - - - - - - - - -

یہ وقت یہ گھڑی یہ زمانہ اسی کا ہے
جاری عدم سے دور یگانہ اسی کا ہے

دراصل میں تو بعد میں اس کی ہوئی اسیر
پہلے کھلا کہ دل بھی دوانہ اسی کا ہے

☆☆☆☆

خلیق تبسم

خلیق تبسم نو ستمبر 1948ء کو ٹونک بھارت میں پیدا ہوئی_ والدہ کے ساتھ ہجرت کر کے پشاور ننھیال آ گئی۔ والد کا تعلق ٹونک کے نواب خاندان سے تھا وہ بھارت میں رہ گئے۔ نا مساعد حالات میں بچپن لڑکپن گزرا۔ آپ صحافی، مصنفہ، کالم نگار، شاعرہ اور ریڈیو پاکستان پشاور سے سکرپٹ رائٹر کی حیثیت سے وابستہ رہی۔ آپ پشاور میں وفات پا چکی ہیں۔

کلام

بات کہنے سے بات کھلتی ہے
نہ کہے آدمی کبھی دل کی

تم سے لطف وکرم کا طالب ہے
اللہ اللہ یہ سادگی دل کی

اشک بہتے ہیں کبھی اور دل تڑپتا ہے کبھی
حوصلہ دے کے میرے دکھ کو بڑھا جاتے ہیں آپ

کس قدر دشوار ہے ہنس ہنس کے جینا کیا کہوں
جب کبھی امید کے شعلے بجھا جاتے ہیں آپ

- - - - - - - - - - -

بزم ہستی میں جو آیا ہے تو دکھ سہتا ہے
خار ہستی کی کھٹک دل سے مٹائے نہ بنے

- - - - - - - - - - - - - - - - -

رک گئی یورش آرام تو پھر کیا ہوگا
تھم گئی گردش ایام تو پھر کیا ہوگا
اپنی سازش کے سہاروں پہ پنپنے والوں
آ گئے تم جو تہہ دام تو پھر کیا ہوگا

☆☆☆☆

خورشید اعظم پروانہ

خورشید اعظم پروانہ الہ آباد میں پیدا ہوئی۔ ہجرت کے بعد کراچی یونی ورسٹی سے ایم اے اردو ادب کیا۔ ان کے والد اعظم کریوی شاعر افسانہ نگار تھے۔

غزل

تکتے تکتے راہ کسی کی دن گزرا اور شام ہوئی
ہائے بھولے پریم پجاری پریت تری بدنام ہوئی

پیاسی انکھیاں نیر بہائیں یاس کے طوفان اُمڈے آئیں
من میرا وعدے کا مارا پوچھتا ہے کیا شام ہوئی

دل کے چھالے آنسو بن کر پانی جیسے بہتے ہیں
کھوج میں تیری پھرتے پھرتے ساری عمر تمام ہوئی

رنگ برنگی دنیا جھوٹی جھوٹی ہے ہر چیز یہاں
تجھ کو اپنا میت بنا کر رسوائی ہر گام ہوئی

ہجر کی ناگن رات ڈرامے من میں چندا آگ لگائے
تارے آنکھ دکھائیں ہم کو شب کی نیند حرام ہوئی

غم کے بادل ہر سو چھائے آس کا دامن چھوٹا جائے
جشن منا بے درد زمانے اپنی تو اب شام آئی

شکوہ کیا اغیار سے کرتے اپنے ناتا توڑ چلے
خاک میں مل کر بھی پروانہ ہر کوشش ناکام ہوئی

_ _ _ _ _ _ _ _ _ _ _ _ _ _

مجھے جانے دو اور کچھ پھول تربت پر چڑھانے دو
میری آنکھیں لہو افشاں ہیں دو آنسو بہانے دو

☆☆☆☆

خورشید بانو شمع

تعارف

خورشید بانو شمع جودھ پور میں پیدا ہوئیں۔ پڑھے لکھے گھرانے سے تعلق تھا۔ آپ نے ایم اے کیا۔ لسانیات پر تحقیق کی پی ایچ ڈی کی۔ شعبہ تدریس سے وابستہ رہیں سرسید گرلز کالج میں پڑھایا۔ ملیر کینٹ پبلک سکول کی وائس پرنسپل رہی خورشید بانو کی پوری زندگی علم کی لگن میں گزر گئی۔ آپ کا ترنم مشہور تھا۔

کلام

سیم و زر کے کانٹے میں شمع مل گئے دل بھی
بک گئی شرافت بھی رہ گیا ہنر تنہا

بِک گئے جو وقت کے ہاتھوں وہ خزانے ہوئے
ہم نے دل کی بات مانی ہے تو دیوانے ہوئے

☆☆☆☆

درشہوار توصیف

تعارف

درشہوار توصیف راولپنڈی میں مقیم ہیں۔آپ 26 نومبر 1969 کو ملتان میں پیدا ہوئیں۔در شہوار توصیف نے بی۔اے تک تعلیم حاصل کیا۔ان کے والد انوار فیروز بھی شاعر تھے۔ان کی بہن نورین طلعت عروبہ نعت گو شاعرہ ہیں۔

غزل

وہ سورج ہے دیا ہوتے ہوئے بھی
جو روشن ہے ہوا ہوتے ہوئے بھی

مجھے چلنا ہے اس کے ساتھ پھر بھی
زمانے سے گِلہ ہوتے ہوئے بھی

گزارہ کر رہی ہے پتھروں میں
محبت آئینہ ہوتے ہوئے بھی

شریکِ زندگی ہیں لوگ کتنے
دلوں میں فاصلہ ہوتے ہوئے بھی

بہت رسموں میں اب بھی یہ زمانہ
پرانا ہے نیا ہوتے ہوئے بھی

کبھی لگتا ہے جیسے اجنبی ہو
وہ مجھ سے آشنا ہوتے ہوئے بھی

☆☆☆☆

دلشاد نسیم

تعارف

بائیس نومبر 1966 کو لاہور میں پیدا ہوئی۔

کلام

یاد کرنا محال لگتا ہے
حافظے کا کمال لگتا ہے

گرم ہاتھوں سے آنچ آتی ہے
سردیوں کی وہ شال لگتا ہے

وقت ہو دوست یا کوئی پل ہو
جو بھی گزرا کمال لگتا ہے

حبس اتنا ہے میری مٹی میں
سانس لینا محال لگتا ہے

ہجر برسا ہے آنکھ سے جب بھی
مجھ کو بھادوں کا حال لگتا ہے

کون دیکھے گا ہاتھ پر قسمت
بس لکیروں کا جال لگتا ہے

موسم عشق آ گیا ہے کیا
دستکوں کا دھمال لگتا ہے

بد گمانی ہے اس کی آنکھوں میں
دل کے شیشے میں بال لگتا ہے

☆☆☆☆

رو میں ہے رخش عمر

نام: نادیہ عنبر لودھی

خاندانی نام: نادیہ لودھی

تخلص: عنبر

والد: فاروق خان لودھی

والدہ: شمیم لودھی

اولاد: الوینہ، حارث، ہادی، ولی

تاریخ پیدائش: 23 جولائی، 1980، اسلام آباد، پاکستان

تعلیم: میٹرک فضائیہ اسکول کورنگی کریک کراچی

ایم اے: پنجاب یونی ورسٹی لاہور

ملازمت: خبریں مانچسٹر یوکے 2016 تا حال

تصنیفات: شب غم کا جوش (کالموں کا مجموعہ) تعاقب میں خواب (شاعری) گمراہ اور دوسری کہانیاں (کہانیاں)

زیر طبع کتب

خاک دان ناول

معاصر اردو شاعرات حصہ دوم

معاصر اردو ناول نگار خواتین

معاصر اردو افسانہ نگار خواتین

رہائش: پنجاب ہاسنگ سوسائٹی ,راولپنڈی، پاکستان

☆☆☆☆



خزاں کی چشمِ ہوس کا میں انتخاب جو ہوں
سو میرا ٹوٹنا بنتا ہے اک گلاب جو ہوں
وہ کیوں کرے گا توجہ مری طرف عنبر ! !
اُسے میں مفت میں ہر وقت دستیاب جو ہوں